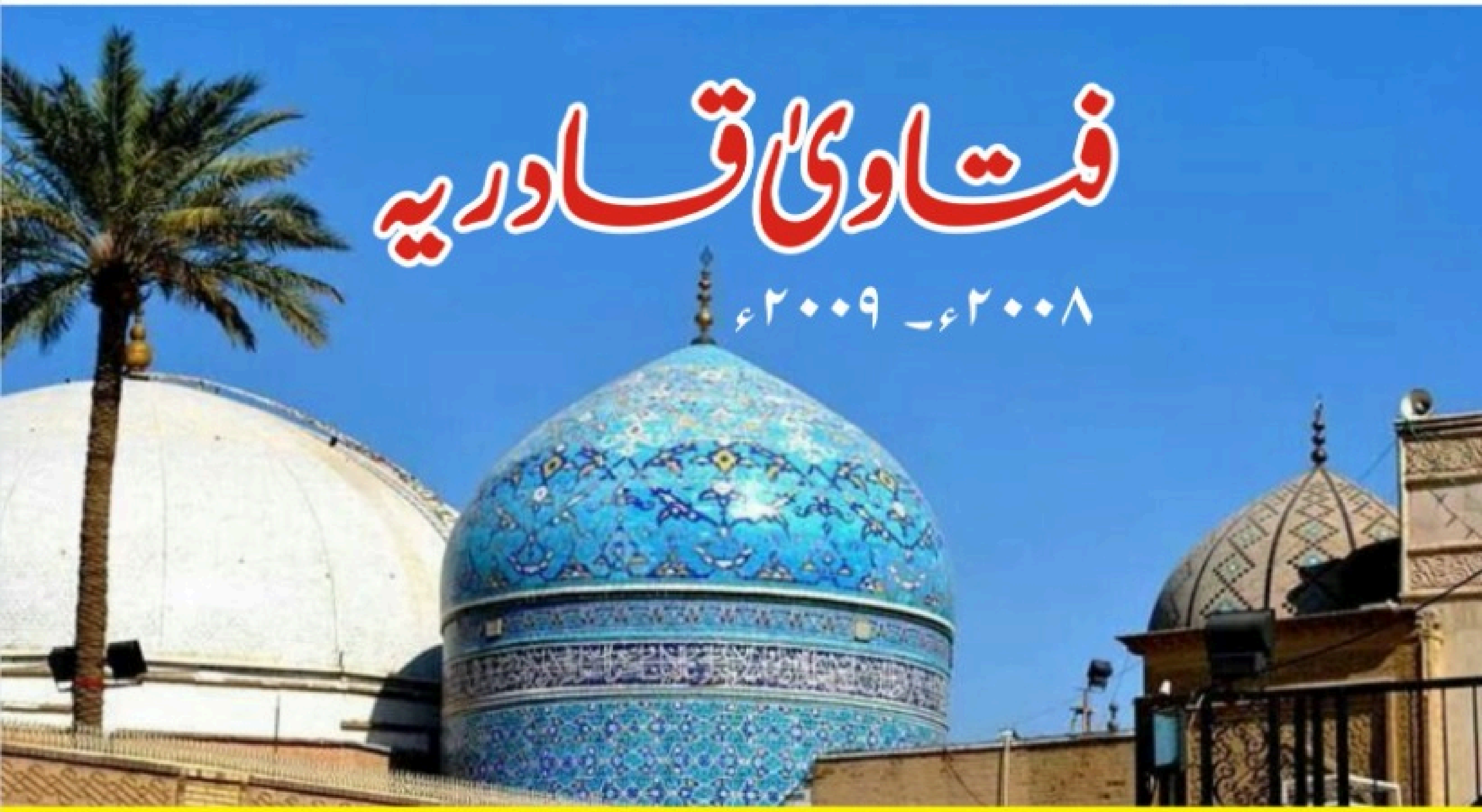
الفیوض الجیلانیة فی الفتاوی القادریة

معروف بہ



فتاویٰ قادریہ

۲۰۰۸ء۔ ۲۰۰۹ء

تصنیف

محمد رضا قادری

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو پی

باہتمام

محمد وسیم سونے والے (بیجاپور، کرناٹک)

ناشر

کتب خانہ قادریہ (مبارک پور)

وخانقاہِ قادریہ چشتیہ راہِ سلوک، مراد آباد، یو پی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفیوض الجیلانیۃ فی الفتاوی القادریۃ

(۲۰۰۸ء-۲۰۰۹ء)

از

مفتی محمد رضا قادری مصباحی

خادم تدریس: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

❁......نام کتاب : الفیوض الجیلانیۃ فی الفتاوی القادریۃ

❁......مصنف : مفتی محمد رضا قادری مصباحی

❁......تصحیح :

❁......اشاعت اوّل : ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء

❁......ناشر :

❁......صفحات :

❁......ہدیہ : 50/روپے

❁ ملنے کے پتے ❁

☆......سُنّی پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی- 09867934085

☆......جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

فہرست مشمولات

بیع کا لغوی وشرعی مفہوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مسئلہ: بیع کا لغوی اور شرعی مفہوم کیا ہے اور کتاب اللہ میں اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب: اللهم هداية الحق و الصواب بعون الملك الوهاب. بیع کا لغوی معنی مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں باہمی رضامندی سے بغرض تجارت مال کا مال سے تبادلہ کرنا بیع کہلاتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے قال فخر الإسلام البيع لغة: مبادلة المال بالمال و كذا في الشرع لكن زيد فيه قيد التراضي اه اور شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی نے عنایہ میں فرمایا البيع في اللغة تمليك المال بالمال و زيد عليه فی الشرع فقيل: هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق الاكتساب. بیع لغت میں مال کا مال کے عوض مالک بنا دینا ہے اور اصطلاح شرع میں بطور تجارت باہمی رضامندی سے مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے۔ (فتح القدیر، ج:۶/۲۲۹)

کتاب اللہ کی آیت کریمہ ہے اَحَلَّ اللّٰہُ الۡبَیۡعَ اللہ نے بیع کو حلال کیا۔ ایک دوسری آیت کریمہ سے بھی بیع کی حلت ثابت ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَیۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (کنز الایمان)

فتح القدیر میں ہے: وشرعية البيع بالكتاب و هو قوله تعالى اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ. عنایہ میں ہے: وجوازه ثابت بالكتاب بقوله تعالى وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ.

و اللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی

۲۴ رشوال ۱۴۲۸ھ

ایجاب وقبول کے کلمات اگر حال کے ہوں تو ان سے بیع منعقد ہوگی یا نہیں؟ نیز عربی، فارسی اور اردو کلمات کا حکم

مسئلہ: ایجاب وقبول کے کلمات اگر حال کے ہوں تو ان سے بیع منعقد ہوگی یا نہیں؟ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان کے کلمات کا حکم بیان کریں۔

الجواب: ایجاب وقبول کے کلمات اگر حال کے ہوں تو ان سے بھی بیع کا انعقاد ہو جائے گا خواہ کلمات عقد عربی، فارسی اور اردو زبان کے ہوں یا کسی اور زبان کے، فتاوی ہندیہ میں ہے: قال أصحابنا رحمهم الله: كل لفظين ينبئان عن التمليك و التملك على صيغة الماضي أو الحال ينعقد بهما البيع كذا في المحيط فارسية كانت أو عربية أو نحوهما هكذا في التتارخانية. (فتاویٰ ہندیہ، ج:۳،ص:۴) واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۴ رشوال ۲۸ھ

آج کل عام طور پر جو خرید وفروخت ہوتی ہے اس میں فریقین ایجاب و قبول نہیں کرتے تو یہ شرعا بیع ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ: فقہا نے ایجاب وقبول کو بیع کے ارکان سے شمار کیا ہے تو سوال یہ ہے کہ آج کل عام طور پر جو خرید وفروخت ہوتی ہے اس میں فریقین ایجاب وقبول نہیں کرتے جیسا کہ عام مشاہدہ ہے تو شرعا یہ بیع ہوئی یا نہیں؟

الجواب: وہ بیع جس میں عاقدین کی طرف سے ایجاب وقبول نہ پائے جائیں بیع تعاطی کہلاتی ہے۔ جو دام کا علم ہو جانے کے بعد شرعا صرف قبضہ کر لینے سے صحیح ہو جاتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: و قد یکون البیع بالأخذ و الإعطاء من غیر لفظ و یسمی ھذا البیع بیع التعاطی کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور بیع کبھی صرف لینے اور دینے سے ہو جاتی ہے الفاظ بولنے کی حاجت نہیں ہوتی، اس بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری، ج:۳،ص:۹، الباب الثانی فیما یرجع الی انعقاد البیع)

ایجاب وقبول رکن بیع ہیں اور رکن کے انتفا سے شئ منتفی ہو جاتی ہے تو کیا صورت مذکورہ میں بیع منتفی ہو جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں رکن بیع منتفی نہیں ہوتی بلکہ ایجاب وقبول سے مراد یہاں قولی اور لفظی ایجاب وقبول نہیں بلکہ اس سے عام جو قول اور فعل دونوں کو شامل ہوں اور بیع تعاطی میں لفظا نہ صحیح فعلا ایجاب وقبول پائے جاتے ہیں؛ اس لیے کہ حقیقۃ رکن بیع وہ فعل ہے جو دو مال کے تبادلہ کے ساتھ رضامندی پر دلالت کرے خواہ وہ قول ہو یا فعل۔

بحرالرائق میں ہے: "و أما رکنه ففی البدائع المبادلة المذکورة و ھو معنی ما فی فتح القدیر من أن رکنه الإیجاب و القبول الدالان علی التبادل أو ما یقوم مقامھما من التعاطی، فرکن الفعل الدال علی الرضا بتبادل الملکین من قول أو فعل۔" (البحرالرائق، ج:۵،ص:۲۷۸، کتاب البیع) فتح القدیر میں ہے: "الإیجاب لغة الإثبات لأي شیٔ کان و المراد ھٰھنا إثبات الفعل الخاص الدال علی الرضا." اور ایجاب لغت میں کسی بھی شئ کو ثابت کرنے کو کہتے ہیں، اور مقصود یہاں اس فعل خاص کو ثابت کرنا ہے جو رضا پر دلالت کرے۔ (فتح القدیر، ج:۶،ص:۲۳۰)

اور اگر بائع کی طرف سے صرف ایجاب پایا جائے مشتری کچھ بھی نہ کہے مثلا بائع

کہے: میں نے یہ چیز تم سے ایک ہزار میں فروخت کی اور مشتری نے کچھ کہے بغیر اس پر قبضہ کرلیا تو اس کا یہ قبضہ کرنا ہی قبول کرنا کہلائے گا جیسا کہ عام طور پر خرید وفروخت میں ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: ”إذا قال بعتكه بألف فقبضه و لم يقل شيئا كان قبضه قبولا.“ (فتح القدیر، ج:٦،ص:٢٣١)(ردالمحتار، ج:٤،ص:)اگرچہ بیع اب ایجاب لفظی کی وجہ سے بیع قولی میں شمار ہوگی۔ واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ٢٦ر شوال ٢٨ھ

خیار تعیین کسے کہتے ہیں اور یہ کیوں مشروع ہوا؟

مسئلہ: خیار تعیین کسے کہتے ہیں؟ اور یہ کیوں مشروع ہوا ہے؟

الجواب: دو یا تین چیزوں میں سے کسی ایک غیر معین چیز کی بیع اس شرط پر کرنا کہ مشتری جسے چاہے اسے معین کرلے، خیار تعیین کہلاتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ”هو أن يشتري أحد الشيئين أو الثلثة على أن يعين أيها شاء اه.“ (ردالمحتار، ج:٤،ص:٥٠) فتاوی عالمگیری میں ہے: ”و هو أن يبيع أحد العبدين أو الثلثة أو أحد الثوبين أو الثلثة على أن يأخذ المشترى واحدًا. كذا فى البحر الرائق. اھ“ (عالمگیری، ج:٣،ص:٥٤، باب خیار الشرط) اس کے مشروع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کو ان غیر معین چیزوں میں سے کسی عمدہ چیز کو لینے کے لیے کبھی معتمد آدمی کو دکھانے کی ضرورت پیش آتی ہے؛ کیوں کہ وہ خود صاحب رائے نہیں ہے یا جس کے لیے خرید رہا ہے اس کو دکھانا ہے اور بائع بغیر بیع کیے ہوئے اس کو لے جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ اسی ضرورت کے پیش نظر فقہاے کرام نے جائز قرار دیا۔ ہدایہ میں ہے: ”وجه الاستحسان أن شرع الخيار للحاجة إلى دفع الغبن ليختار ما هو الأرفق و الأوفق و الحاجة إلى هٰذا النوع من البيع متحققة لأنه

یحتاج إلی اختیار من یثق بہ أو اختیار من یشتریہ لأجلہ و لا یمکنہ البائع من الحمل إلیہ إلا بالبیع فکان فی معنی ما ورد بہ الشرع۔"(ہدایہ، ج:۲،ص:۳۴،باب خیار الشرط۔کذا في البحر الرائق، ج:۶،ص:۲۳)۔واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقہ بالجامعۃ الأشرفیۃ مبارك فور

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

خیار نقد اور خیار شرط کسے کہتے ہیں اور ان کی اصل کیا ہے؟

مسئلہ: خیار شرط اور خیار نقد کسے کہتے ہیں اور ان کی اصل کیا ہے؟

الجواب: بائع اور مشتری دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعی طور پر بیع نہ کریں بلکہ عقد بیع میں یہ شرط کردیں کہ مجھے تین دن تک بیع کے قبول ورد کا خیار حاصل رہے گا منظور نہ ہوا تو بیع باقی نہ رہے گی یہ خیار شرط کہلاتا ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے: "وھو أن یقول علی أني بالخیار ثلثۃ أیام فما دونھا" (عالمگیری، ج:۳،ص:۳۸۔ فتح القدیر، ج:۶،ص:۲۷۷۔ ردالمحتار، ج:۴،ص:۵۰) اور اس کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت حبان بن منقذ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حاکم نے مستدرک میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی روایت کی ہے:قال: کان حبان بن منقذ ابن عمرو رجلا ضعیفا و کان قد أصابتہ في رأسہ مأمومۃ فجعل لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الخیار إلی ثلاثۃ أیام فیما اشتراہ، و کان قد ثقل لسانہ، فقال لہ النبي صلی اللہ علیہ و سلم: بع و قل لا خلابۃ." حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ ایک کمزور صحابی رسول تھے جن کے سر میں زخم لگ چکا تھا (جس کی وجہ سے بیع وشرا میں نقصان اُٹھانا پڑتا تھا۔ان کی زبان ثقیل تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین دن تک انھیں اختیار ہوگا، اس میں جو یہ خریدیں، اور فرمایا بیچو اور کہدو کوئی دھوکہ نہیں ہے۔(فتح القدیر، ج:۶،ص:۲۷۷) بیہقی کی

روایت میں یہ ہے: إذا بايعت فقل لاخلابة ثم أنت بالخيار فی كل سلعة ابتعتها ثلث ليال۔ جب تم آپس میں بیع کا معاملہ کروتو کہہ دو کوئی دھوکہ نہیں، پھر تمھیں ہر اس سامان میں تین دن تک اختیار ہے جسے تم خریدو۔ (فتح القدیر ایضاً)

بحرالرائق میں کچھ اضافہ بھی منقول ہے: فإذا رضيت فأمسك و إن سخطت فارددها على صاحبها. اگر چاہو تو سامان روک لو یعنی لے لو اور اگر ناپسند ہو تو واپس کردو۔ (البحر الرائق، ج:٦،ص:٣)

خیار نقد: مشتری نے سامان اس شرط پر خریدا کہ تین دن تک یا اس سے کم میں ثمن نقد نہیں دیا تو ان کے درمیان کوئی بیع نہیں ہوگی اسے خیار نقد کہتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے: "ولو اشترى على أنه إن لم ينقد الثمن إلى ثلثة أيام فلا بيع بينهما. اھ" (ج:٢،ص:٣٠) اس کی مشروعیت بھی حضرت حبان کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے؛ کیوں کہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بھی خیار شرط ہی کے معنی میں ہے اس لیے کہ نقد نہ دینے کی صورت میں ٹال مٹول سے بچنے کے لیے فسخ کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے بایں وجہ خیار شرط کے ساتھ ملحق ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: "والأصل فيه أن هذا في معنى اشتراط الخيار إذ الحاجة مست إلى الانفساخ عند عدم النقد تحرزا عن المماطلة في الفسخ فيكون ملحقا به." (ہدایہ، ج:٢،ص:٣٠) واللہ تعالیٰ اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ٢٦ رشوال ٢٨ھ

آج کل بازار سے ١٠ ر یا ١٢ ر یا اس سے بھی زائد کپڑے لوگ گھروں میں لے جا کر دکھاتے ہیں یہ کیسے روا ہے؟ جبکہ خیار تعیین تین کپڑوں تک ہوتا ہے؟

مسئلہ: آج کل بازار سے ١٠، ١٢ یا اس سے بھی زائد کپڑے لوگ گھروں میں لے جا کر

دکھاتے ہیں، یہ کیسے روا ہے؟ جب کہ خیار تعیین تین کپڑوں تک ہوتا ہے۔

الجواب: آج کل بازار سے دس، بارہ یا اس سے زائد کپڑے لوگ دکھانے کے لیے گھروں میں لے جاتے ہیں ان کا یہ لے جانا صحیح ہے اور یہ کپڑے ان کے پاس بطور امانت ہوتے ہیں۔ مذکورہ صورت خیار تعیین میں داخل نہیں اس لیے کہ خریدنے والا شخص ان کپڑوں کو بیع کیے بغیر بائع کی مرضی سے لے جاتا ہے، اور بائع بھی بخوشی یہ کہہ کر اجازت دے دیتا ہے کہ آپ گھر لے جائیں اور جو پسند آئے اسی کو خریدیں۔ برخلاف خیار تعیین کے کہ مشتری اس میں دو یا تین چیزوں میں سے ایک غیر معین شئ کو خریدنے کے بعد اسے گھر لے جاتا ہے اور یہاں تو عقد بیع کی کوئی بات ہی نہیں ہوتی۔ خیار تعیین کی تعریف وتوضیح فتح القدیر میں یوں ہے: "المراد أن يشتري أحد ثوبين أو ثلثة غير معين على أن يأخذ أيهما شاء و هٰذا خيار التعيين يعني أي الثوبين أو الثلثة شاء على أنه بالخيار ثلثة أيام فيما يعينه بعد تعيينه للمبيع. (فتح القدیر، باب خیار الشرط، ج:۶، ص:۳۰۰) مذکورہ بالا عبارت میں لفظ "یشتری" بتارہا ہے کہ صورت مسئولہ خیار تعیین میں داخل نہیں ہے لہٰذا تین سے زائد کپڑے لے جانے میں کوئی حرج وممانعت نہیں ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الأول من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

عقد بیع سے کن چیزوں کا استثنا صحیح ہے اور کن چیزوں کا نہیں؟

مسئلہ: عقد بیع سے کن چیزوں کا استثنا صحیح ہے اور کن چیزوں کا استثنا صحیح نہیں؟

الجواب: جس چیز پر مستقلا عقد وارد ہوسکتا ہے اس کا عقد بیع سے استثنا صحیح ہے، جیسے کسی نے ایک ڈھیری کی بیع کی اور اس سے ایک صاع کا استثنا کردیا، یا سرکہ یا تیل کے ایک برتن کی

بیع کی اور اس سے دس من کا استثنا کیا تو یہ صحیح ہے۔

اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تنہا اس پر عقد وارد کرنا صحیح نہ ہو تو اس کا استثنا بھی صحیح نہیں ہے، مثلاً کسی نے لونڈی کی بیع کی اور اس کے حمل کا استثنا کیا، یا بکری کو بیچا اور اس کے کسی عضو کا استثنا کیا، یا بکری کے ایک ریوڑ کی بیع کی اور اس سے کسی مجہول غیر معین بکری کا استثنا کیا وغیرہ۔ ان سب صورتوں میں استثنا صحیح نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے: "لو استثنى من المبيع ما يجوز إفراده بالعقد جاز الاستثناء كما لو باع صبرة إلا صاعا منها أو دنا من خل أو دهن إلا عشرة أمناء، و لو استثنى منه ما لا يجوز إفراده بالعقد لايصح استثناؤه كما لو باع جارية إلا حملها أو شاة إلا عضوا منها أو قطيعا من الغنم إلا شاة أو سيفا محلى إلا حليته لم يجز كذا في محيط السرخسي. (فتاوی عالمگیری، ج:۳،ص:۱۳۰، الباب التاسع فیما یجوز بیعہ ومالا یجوز) ہدایہ میں "ومن اشترى جارية إلا حملها فالبيع فاسد" کے تحت مذکور ہے: "والأصل أن ما لايصح إفراده بالعقد لايصح استثناؤه من العقد." (ہدایہ، ج:۲،ص:۶۰، باب البیع الفاسد) تنویر الابصار میں ہے: "ما جاز إيراد العقد عليه بانفراده صحّ استثناؤه منه الخ" (تنویر الابصار، ج:۴،ص:۴۵) واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الأول من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۸/ذوالقعدہ ۲۸ھ

مبیع اور ثمن کی جہالت کیا مطلقاً مفسد بیع ہے؟

مسئلہ: مبیع اور ثمن کی جہالت کیا مطلقا مفسد بیع ہے؟

الجواب: مبیع یا ثمن کا اس طور پر مجہول ہونا مفسد بیع ہے کہ جس سے جھگڑا یا فساد کا اندیشہ

ہو،مبیع وثمن کی مطلقا جہالت مفسد بیع نہیں ہاں وہ جہالت مفسد بیع ہے کہ جس کے سبب مبیع یا ثمن کو سپرد کرنا دشوار ہوجائے اگر یہ تعذر نہ ہوتو عقد بیع صحیح ہے، بدائع الصنائع میں ہے:

"ومنها (من شرائط صحة البيع) أن يكون المبيع معلوما و ثمنه معلوما علما يمنع من المنازعة، فإن كان أحدهما مجهولا جهالة مفضية إلى المنازعة فسد البيع، و إن كان مجهولا جهالة لاتفضي إلى المنازعة لايفسد لأن الجهالة إذا كانت مفضية إلى المنازعة كانت مانعة من التسليم و التسلم فلايحصل مقصود البيع۔" (بدائع الصنائع، ج:۴،ص:۲۳۳، کتاب البیوع) فتاوی عالمگیری میں ہے: "جهالة المبيع أو الثمن مانعة جواز البيع إذا كان يتعذر معها التسليم و إن كان لايتعذر لم يفسد العقد كجهالة كيل الصبرة بأن باع صبرة معينة و لم يعرف قدر كيلها و كجهالة عدد الثياب المعينة بأن باع أثوابا معينة و لم يَعْرِف عددها كذا في المحيط۔" (فتاوی ہندیہ، ج:۳،ص:۱۳۱، باب فیما یجوز بیعہ و ما لا یجوز، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)۔و اللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الثاني من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۸/ذوالقعدہ ۲۸ھ

قبضہ کے لیے کیا سامان کو ہاتھ میں لینا ضروری ہے یا اس کی اور بھی صورتیں ہیں؟

مسئلہ: قبضہ کے لیے کیا سامان کو ہاتھ میں لینا ضروری ہے؟ یا اس کی اور بھی صورتیں ہیں۔

الجواب: قبضہ کے لیے سامان کو ہاتھ میں لینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہاتھ میں لیے بغیر بھی حکما قبضہ ہوجاتا ہے،اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے قبضہ سے پہلے بائع سے کہہ دیا کہ مبیع کو

فلاں شخص کو ہبہ کردے، اس نے ہبہ کر دیا اور موہوب لہ کو قبضہ بھی دلا دیا تو ہبہ بھی صحیح ہے اور مشتری کا قبضہ بھی ہوگیا؛ اس لیے کہ جس کو ہبہ کیا گیا ہے اس کا قبضہ کر لینا مشتری کے قبضہ کے قائم مقام ہے۔ یا مشتری نے خریدنے کے بعد کوئی سامان کسی اجنبی کے پاس بطور امانت رکھا یا عاریت (منگنی) کے طور پر دیا اور بائع سے کہا میری طرف سے یہ مبیع اس اجنبی کو دے دے۔ یا بائع، مشتری اور مبیع کے درمیان تخلیہ کردے کہ مشتری کو مبیع کے اوپر قبضہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، مثلا: گیہوں کسی گھر میں رکھا ہوا تھا، مشتری نے اسے خرید لیا اور کنجی بائع نے مشتری کے حوالے کردی اور کہا میں نے تمھارے اور گھر کے درمیان راستہ صاف کردیا تو قبضہ ہوگیا، ہاں! اگر صرف کنجی حوالے کی کچھ بولا نہیں تو قبضہ نہیں ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے: "و قد یکون القبض حکما: قال محمد: کل ما لا یجوز إلّا بالقبض کالھبة إذا فعله المشتری قبل القبض جاز، و یصیر المشتری قابضا۔ اھ۔ أی لأن قبض الموھوب له یقوم مقام قبض المشتری، و من القبض ما لو أودعه المشتری عند أجنبی أو أعاره و أمر البائع بالتسلیم إلیه۔ اھ۔" درمختار میں ہے: "ثم التسلیم یکون بالتخلیة علی وجه یتمکن من القبض۔اھ"۔ اس عبارت کے تحت علامہ شامی تفریع کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں: "فلو اشتری حنطة فی بیت و دفع البائع المفتاح إلیه و قال: خلّیتُ بینك و بینها فهو قبض، و إن دفعه و لم یقل شیئا لایکون قبضا اھ۔" (ردالمحتار، ج:۷، ص:۹۳، ۹۴، ۹۵، کتاب البیوع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "وأجمعوا علی أن التخلیة فی البیع الجائز تکون قبضا و فی البیع الفاسد روایتان و الصحیح أنها قبض کذا فی فتاوی قاضی خان انتهی۔" فتاوی عالمگیری میں ہے: "رجل باع مکیلا في بیت مکایلةً أو موزونا موازنةً و قال: خلیت بینك و بینه و دفع المفتاح

إليه و لم يكله و لم يزنه صار المشتري قابضا، و لو أنه دفع إلى المشتري المفتاح و لم يقل خليت بينك و بينه لايكون قابضا كذا في الظهيرية اھ." و قبض المفتاح قبض للدار إذا تهيأ له فتحها بلا كلفة و إلا فليس بقبض كذا في مختار الفتاوى." ترجمہ: کسی نے ناپ یا تول کرفروخت کی جانے والے چیز کوناپ یا تول کر بیچا اور وہ چیز بائع ہی کے گھر میں ہے اور بائع نے کہا: میں نے تیرے اور اس مبیع کے درمیان راستہ چھوڑ دیا اور کنجی بھی اس کو دے دی اور مبیع کو ناپا نہ تولا تو مشتری قابض ہوگیا اور اگر "خليت بينك و بينه" نہیں کہا مشتری کوصرف چابی دے دیا تو قابض نہیں ہوگا، ایسا ہی فتاوی ظہیریہ میں ہے۔ اور کنجی پر قبضہ کر لینا گھر پر قبضہ کر لینا ہے، جب کہ اس کنجی سے گھر بغیر کسی مشقت کے کھل جائے ورنہ قبضہ نہیں ہوگا کذا فی مختار الفتاوی۔ (فتاوی عالمگیری، ج:۳،ص:۱۶) فتح القدیر میں ہے: "و إن كان غلاما أو جارية فقال له المشترى تعال معى أو امش فخطا معه فهو قبض و كذا لو أرسله فى حاجته۔ و فى الثوب إن أخذه بيده أو خلى بينه و بينه و هو موضوع على الأرض فقال: خليت بينك و بينه فاقبضه فقال: قبضته فهو قبض، و كذا القبض فى البيع الفاسد بالتخلية۔ ولو اشترى حنطة فى بيت و دفع البائع المفتاح إليه و قال: خليت بينك وبينها فهو قبض و إن دفعه و لم يقل شيئا لايكون قبضا انتهى كلامه۔" (فتح القدیر، ج:٦،ص:٢٧٤، کتاب البیوع، گجرات)۔ و اللہ تعالی اعلم۔

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

التاسع عشر من ذي القعدة ١٤٢٨ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

مبیع پر عقد بیع سے پہلے ہی مشتری کا قبضہ ہے تو بعد بیع وہ قبضہ کافی ہے یا نہیں؟

مسئلہ: مبیع پر عقد بیع سے پہلے ہی مشتری کا قبضہ ہے تو بعد بیع وہ قبضہ کافی ہے یا نہیں؟

الجواب: مبیع پر مشتری کا قبضہ عقد بیع سے پہلے ہی ہو چکا ہو تو بعد بیع یہ قبضہ کافی ہوگا یا نہیں اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ قبضہ ایسا ہے کہ مبیع کے فوت ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑتا ہو تو جدید قبضہ کی حاجت نہیں، مثلا: مشتری نے وہ چیز غصب کر رکھی ہے یا بیع فاسد کے ذریعہ اس پر قبضہ کر لیا ہے پھر مالک سے عقد صحیح کے ساتھ خرید لیا تو پہلا قبضہ ہی ثانی کے قائم مقام ہوگا یہاں تک کہ مبیع اس کے گھر لے جانے یا گھر پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تو مشتری ہی کا مال ہلاک ہوا۔ اور اگر قبضہ اس طور پر ہے کہ مبیع کے فوت ہونے سے تاوان لازم نہ آتا ہو تو قبضۂ جدید کی ضرورت ہوگی پہلا قبضہ کافی نہ ہوگا۔ مثلا: مبیع مشتری کے پاس امانت کے طور پر رکھا ہوا تھا پھر وہ ہلاک ہو گیا تو قبضہ کافی نہ ہوگا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

”الأصل أن البيع إذا وقع و المبيع مقبوض مضمون على المشتري بقيمته ينوب قبضه عن قبض الشراء لأنه من جنس القبض المستحق بالشراء لأن قبض الشراء مضمون بنفسه كذا في محيط السرخسي. إذا تجانس القبضان بأن كانا قبض أمانة أو ضمان تناوبا و إن اختلفا ناب المضمون عن غيره لا غير كذا في الوجيز للكردري فإن كان الشئ في يده بغصب أو مقبوضا بعقد فاسد فاشتراه من المالك عقدا صحيحا ينوب القبض الأول عن الثاني حتى لو هلك قبل أن يذهب إلى بيته و يصل إليه أو يتمكن من أخذه كان الهلاك عليه كذا في الخلاصة.“ (فتاوی ہندیہ، ج: ۳، ص ۲۲، ۲۳، کتاب البیوع) واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مباركفور

التاسع عشر من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

دلال کب اور کتنی اُجرت کا حق دار ہوگا اور کب نہیں؟

مسئلہ: دلال کب اور کتنی اجرت کا حقدار ہوگا؟ کب نہیں؟

الجواب: دلال دو صورتوں میں اجرت کا حقدار ہوگا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ دلال نے بذات خود مالکِ سامان کی اجازت سے سامان بیچا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ سامان تو خود مالک نے بیچا ہو لیکن دلال نے طرفین (بائع و مشتری) کے درمیان بیع کرانے میں کوشش کی ہو تگ و دو کر کے محنت صرف کی ہو فون وغیرہ کر کے راستہ ہموار کیا ہو۔ حاصل یہ کہ ایک صورت وہ ہے جس میں وہ بائع کا نائب ہو کر بیع کرتا ہے اور دوسری صورت میں وہ انعقاد بیع میں اپنی توانائی اور وقت وغیرہ صرف کرتا ہے لہذا وجوبی طور پر وہ اجرت کا حقدار ہوا۔ اور اگر مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں پائی جاتی ہے تو اجرت کا حقدار نہ ہوگا مثلاً: دلال نہ اپنا وقت صرف کرتا ہو اور نہ کوئی کوشش تگ و دو۔ زیادہ سے زیادہ مشورہ دے دیا کرتا ہو یا پتہ بتا دیتا ہو ایسی صورت میں مستحق اجرت نہیں؛ کیوں کہ معلوم نہیں کہ کتنی اجرت کا حقدار ہوگا تو شرعاً اس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ ہی کوئی مقدار متعین ہے تو یہ اس پر منحصر ہے کہ عرف میں جتنا دیا جاتا ہو اتنے ہی کا وہ مستحق ہوگا۔ درمختار میں ہے: "وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع و إن سعى بينهما و باع المالك بنفسه يعتبر العرف و تمامه في شرح الوهبانية." "يعتبر العرف" کے تحت ردالمحتار میں جامع الفصولین سے منقول ہے: "فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف. جامع الفصولين. اه." (درمختار، ردالمحتار، ج:۷، ص:۹۳، کتاب البیوع، بیروت) واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

العشرون من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

خیار شرط کن کن چیزوں میں ہوسکتا ہے؟

مسئلہ: خیار شرط کن کن چیزوں میں ہوسکتا ہے تشفی بخش جواب تحریر کرو۔

الجواب: علامہ ابن عابدین شامی کی تصریح کے مطابق ۱۵/چیزیں ایسی ہیں جن میں بائع اور مشتری کو تین دن تک یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ چاہیں تو بیع کو نافذ کردیں یا چاہیں تو فسخ کردیں وہ چیزیں یہ ہیں(۱) بیع (۲) اجارہ (۳) قسمت (۴) مال سے صلح کرنا، خواہ وہ معین ہو یا غیر معین (۵) کتابت (۶) خلع، جب کہ عورت کے لیے ہو (۷) مال کے بدلے غلام آزاد کرنا، جب کہ غلام کے لیے ہو آقا کے لیے نہ ہو (۸) راہن کے لیے ہوسکتا ہے مرتہن (جس کے پاس رہن رکھا جاتا ہے) کے لیے نہیں (۹) کفالہ میں مکفول لہ اور کفیل دونوں کے لیے ہوسکتا ہے چاہے کفالہ بالنفس ہو یا بالمال (۱۰) ابرا میں ہوسکتا ہے مثلا: یہ کہا کہ میں نے تجھے بری کیا اور مجھے تین دن تک خیار ہے (۱۱) شفعہ کی تسلیم میں مواثبت کی طلب کے بعد (۱۲) حوالہ (۱۳) مزارعہ (۱۴) معاملہ (۱۵) وقف میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک۔ ردالمحتار میں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ان تمام امور کو ایک نظم میں جمع فرمادیا ہے جو یہ ہیں:

يَصِحُّ خِيَارُ الشَّرْطِ فِيْ تَرْكِ شُفْعَةٍ   و بَيْعٍ وَّ إِبْرَاءٍ وَّ وَقْفٍ كَفَالَه
وَفِيْ قِسْمَةٍ، خُلْعٍ وَّ عِتْقٍ إِقَالَه   وَصُلْحٍ عَنِ الْأَمْوَالِ ثُمَّ الْحِوَالَه
مُكَاتَبَةٍ رَّهْنٍ كَذَاكَ إِجَارَةٍ   وَ زِ يْدَ مُسَاقَاةٌ مُّزَارَعَةٌ له

(ردالمحتار، ج:۷،ص:۱۱۶، باب خیار الشرط)

علامہ ابن نجیم حنفی نے جامع الفصولین کے حوالے سے ۹/چیزوں کو نقل فرمانے کے بعد مزید چھ چیزوں کا اضافہ فرمایا ہے بحر الرائق میں ہے:"وهو يصح في ثمانية أشياء في بيع و إجارة و قسمة و صلح عن مال بعينه و بغير عينه، و كتابة و

خلع و عتق على مال لو شرط للمرأة و القن و لو شرط الخيار للراهن جاز لمرتهن إذ له نقض الرهن متى شاء بلا خيار، و لو كفل بنفس أو مال و شرط الخيار للمكفول له أو للكفيل جاز. اھ. و يصح شرط الخيار في الإبراء بأن قال: أبرأتك على أني بالخيار ذكره فخر الإسلام من بحث الهزل. و يصح أيضا اشتراطه في تسليم الشفعة بعد طلب المواثبة ذكره فيه أيضا و يصح اشتراطه في الحوالة أيضا و في الوقف عند أبي يوسف و ينبغي صحته في المزارعة و المعاملة لأنها إجارة فهي خمسة عشر موضعا. اھ." (البحرالرائق، ج:٦،ص:٣، ۴، باب خیار الشرط، دارالمعرفۃ لبنان)۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

العشرون من ذي القعدة ١٤٢٨ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۳/ذوالقعدہ ۲۸ھ

خیار رویت اور خیار عیب کا بیان اور ان کی اصل

مسئلہ: خیار رویت اور خیار عیب کسے کہتے ہیں اور ان کی اصل کیا ہے؟

الجواب: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو دیکھے بھالے بغیر خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے ایسی صورت میں شریعت اسلامی نے مشتری کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد مبیع کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کردے اس کو خیار رویت کہتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے: "من اشترى شيئا لم يره فالبيع جائز و له الخيار إذا رآه إن شاء أخذه بجميع الثمن و إن شاء رده." (ہدایہ، ج:۲،ص:۳۵، باب خیار الشرط) اس کی اصل وہ حدیث پاک ہے جس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے مرسلا روایت کی ہے۔ ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں: "حدثنا اسماعيل بن عياش عن أبي بكر بن عبدالله بن أبي مريم عن

مکحول رفعه إلى النبي صلى الله عليه و سلم من اشترى شيئا لم يره فله الخيار إذا رآه إن شاء أخذ و إن شاء تركه"۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن ہمارے لیے حجت ہے۔(فتح القدیر، ج:۶،ص:۳۱۰۔ھکذا بیروت)

خیارعیب: عرف شرع میں عیب، جس کی وجہ سے مبیع کو واپس کیا جاسکتا ہے وہ ہے جس سے تاجروں کی نظر میں چیز کی قیمت کم ہوجائے۔ ہدایہ میں ہے: "کل ما أوجب نقصان الثمن في عادة التجار فهو عيب" (ہدایہ، ج:۲،ص:۴۰، باب خیارالعیب) اور البحرالرائق میں ہے "ما أوجب نقصان الثمن عند التجار" (البحرالرائق، ج:۶،ص:۳۸، دارالمعرفۃ بیروت، باب خیارالعیب) اب خیارعیب کی تعریف یہ ہوگی۔ عقد کے وقت مشتری کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ مبیع میں کوئی ایسا عیب ہے جس کی وجہ سے تاجروں کی نظر میں اس کی قیمت کم ہوجاتی ہے بعد میں مشتری عیب پر مطلع ہوا تو اب اسے خیار حاصل ہوگا کہ چاہے تو وہ مبیع کو لوٹا دے یا نہ لوٹائے۔ اس کی اصل وہ حدیث ہے جس کو علامہ ابن الہمام نے سنن ابی داؤد سے نقل فرمایا ہے: "عن عائشة رضي الله تعالى عنها إنّ رجلا ابتاع غلاما فأقام عنده ما شاء الله أن يقيم ثم وجد به عيبا، فخاصمه إلى النبي صلى الله عليه و سلم فرده عليه. فقال الرجل: يا رسول الله! قد استغل غلامي. فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم: الخراج بالضمان" (فتح القدیر، ج:۶،ص:۳۲۸، باب خیارالعیب، گجرات) ایک اور حدیث پاک سے اس کا ثبوت ہوتا ہے، جس میں یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدا ابن خالد بن ہوذہ سے ایک غلام خریدا اور عہدنامہ میں یہ لکھا "هٰذا ما اشترى محمد رسول الله من العداء بن خالد بن هوذة عبدا لأداء و لا غائلة و لا خِبْثَة بيع المسلم من المسلم" یہ اس کا عہدنامہ ہے کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدا ابن خالد سے ایک غلام خریدا۔ ایسا غلام جوان عیوب سے پاک ہو اس کے پیٹ، جگر اور سانس کی نالی میں کوئی مرض نہ ہو بھاگ جانے اور سرقہ بازی کی عادت نہ ہو اور نہ حرامی (غیر ثابت النسب) ہو۔

کما فی العنایة عن الحسن سیر هذا الحدیث. مذکورہ حدیث سے صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیع وصف کی سلامتی کو چاہتا ہے اور عیب کی وجہ سے وصف سلامت فوت ہو جاتا ہے تو مشتری کو وصف سلامتی کے فوت ہونے کی بنیاد پر خیار عیب حاصل رہے گا تا کہ وہ ضرر میں نہ پڑے جیسا کہ قدوری اور ہدایہ میں ہے: ''إذا اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار، إن شاء أخذه بجميع الثمن و إن شاء رده لأن مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخير كي لايتضرر بلزوم ما لايرضى به.'' (فتح القدیر، ج:۶،ص:۳۲۷، ۳۲۸)۔واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الحادي والعشر ون من ذي القعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ذ والقعدہ ۲۸ھ

ٹیلی فون پر بیع وشرا (خرید وفروخت) کا حکم

مسئلہ: ٹیلی فون پر بیع کا رواج بڑھتا جا رہا ہے بغیر دیکھے بیع ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بیع کے انعقاد کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو طرفین کا ایک دوسرے کو دیکھنا شرط نہیں ہے، بائع ومشتری کے درمیان ایجاب وقبول کی دو صورتیں ہوتی ہیں: (۱) حقیقی (۲) حکمی۔

حقیقی یہ ہے کہ طرفین وقت بیع ایک مجلس میں ایجاب وقبول کریں اور حکمی کی دو صورتیں ہیں کتابت اور ارسال۔ کتابت یہ ہے کہ بائع ایجاب کے الفاظ لکھ کر مشتری کے پاس بھیجے مثلاً: بائع کہے میں نے یہ غلام یا فلاں چیز تم سے اتنے روپے کے عوض بیچی اور مشتری اس خط کے مفہوم پر آگاہ ہو کر قبول کرلے۔ ارسال: یہ ہے کہ بائع کسی کو الفاظ ایجاب کہنے کے لیے قاصد بنا کر بھیجے اور مشتری اسی مجلس میں جہاں اس قاصد نے بائع کا

کلام سنا قبول کرے، ان دونوں صورتوں میں بیع منعقد ہوجائے گی اور کتاب وارسال کو خطاب کہا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے: ''و الکتاب کالخطاب و کذا الإرسال حتی اعتبر مجلس بلوغ الکتاب و أداء الرسالۃ.'' (ہدایہ، ج:۲،ص:۱۹، کتاب البیوع) اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے: فصورۃ الکتاب أن یکتب: أما بعد، فقد بعت عبدي منك بکذا فلما بلغہ الکتاب و فھم ما فیہ قال: قبلت في المجلس انعقد، و الرسالۃ أن یقول: اذھب إلی فلان و قل لہ إن فلانا باع عبدہ فلانا منك بکذا فجاء فأخبرہ فأجاب في مجلسہ ذالك بالقبول، و ھٰذا لأن الرسول ناقل، فلما قبل اتصل لفظہ بلفظ الموجب حکما. اھ. (فتح الدیر، ج:۶،ص:۲۳۶، مطبوعہ گجرات) بدائع الصنائع میں ہے: أما الکتابۃ فھي أن یکتب الرجل إلی رجل: أما بعد، فقد بعت عبدي فلانا منك بکذا فبلغہ الکتاب، فقال: في مجلسہ اشتریت، لأن خطاب الغائب ککتابہ فکأنہ حضر بنفسہ و خاطب بالإیجاب و قبل الاٰخر في المجلس. (بدائع الصنائع، ج:۴،ص:۲۲۵، کتاب البیوع) عنایہ شرح ہدایہ میں ہے: لأن الکتاب من الغائب کالخطاب من الحاضر لأن النبي صلی اللہ علیہ و سلم کان یبلغ تارۃ بالکتاب و تارۃ بالخطاب و کان ذٰلك سواء في کونہ مبلغا و کذلك الرسول معبر و سفیر فنقل کلامہ إلیہ. اھ. (ج:۶،ص:۲۳۶) تنویر الابصار ودر مختار میں ہے: و لا یتوقف شطر العقد فیہ أي البیع علی قبول غائب اتفاقا إلا إذا کان بکتابۃ أو رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغھا انتھی. (ج:۴،ص:۱۱)

مذکورہ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ بیع میں عاقدین کا ایک دوسرے کو دیکھنا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے، اختلاف مکان کے باوجود کتاب وارسال کے ذریعے بھی بیع کا تحقق ہوجاتا ہے۔ فقہا نے اپنے زمانے کے ذرائع ابلاغ کے لحاظ سے یہ حکم صادر فرمایا کہ کتاب وارسال ایجاب کے قائم مقام ہیں مگر موجودہ

زمانے میں برقی ایجادات مثلاً ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور فیکس وغیرہ نے ذرائع ابلاغ کے میدان کو بہت وسیع کر دیا ہے جو بلاشبہ خطاب یا خطاب کے قائم مقام ہیں، اس لیے ان کے ذریعے ایجاب وقبول کرنے سے بھی بیع منعقد ہو جائے گی۔ اور عاقدین کو خیار شرط اور مشتری کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہے گا۔ واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۸/ذوالقعدۃ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۴/ذوالحجہ ۲۸ھ

سود کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: سود کسے کہتے ہیں؟

الجواب: عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو، قدر وجنس ایک ہو اور ایک طرف زیادتی ہو عاقدین میں سے کسی ایک کے لیے اور اس زیادتی کے مقابل دوسری طرف کچھ نہ ہو خواہ مال کا تبادلہ نقد ہو یا ادھار اس کو سود کہتے ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے: الربا فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة. اھ. (تنویر، ج:۴، ص:۹۴) بدائع الصنائع میں ہے: فالربا في عرف الشرع نوعان: ربا الفضل و ربا النساء، أما ربا الفضل: فهو زيادة عن مال، شرطت في عقد البيع على المعيار الشرعي و هو الكيل، أو الوزن في الجنس عندنا و أما ربا النساء فهو فضل الحلول على الأجل و فضل العين على الدين في المكيلين أو الموزونين عند اختلاف الجنس أو في غير المكيلين أو الموزونين عند اتحاد الجنس عندنا. اھ. (ج:۴، ص:۴۰۰) مذکورۃ الصدر تعریف سود کی دونوں قسموں فضل اور ربا النساء کو شامل ہے۔ ہدایہ میں سود کی تعریف یوں ہے: الربا فضل المستحق لأحد المتعاقدين في المعاوضة الخالي عن

عوض شرط فيه. (ہدایہ، ج:۲،ص:۸۷، باب الربٰوا) عینی شرح کنز میں مرقوم ہے: فضل بلا عوض في معاوضة مال بمال. (عینی، ج:۳،ص:۹۴)۔ واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۹/ذوالقعدة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۲۷/ذوالحجہ ۲۸ھ

بیع استصناع کی حقیقت

مسئلہ: بیع استصناع کسے کہتے ہیں اوراس کی مشروعیت کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: لغت میں استصناع کا معنی ہے کاریگری کی فرمائش کرنا، اور اصطلاح شرع میں کاریگر کو فرمائش کرکے کسی خاص چیز کو خاص طریقے پر بنوانے کو استصناع کہتے ہیں۔ در مختار و ردالمحتار میں ہے: هو لغة: طلب الصنعة أي أن يطلب من الصانع العمل. و أما شرعا: فهو طلب العمل منه في شئ خاص على وجه مخصوص. (ردالمحتار، ج:۷،ص:۴۷۴، باب السلم، دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۹۹۴ء) عنایہ شرح ہدایہ میں استصناع کی تعریف یوں ہے: الاستصناع هو أن يجئ إنسان إلى صانع فيقول اصنع لي شيئا صورته كذا و قدره كذا بكذا درهما و يسلم إليه جميع الدراهم أم بعضها أو لا يسلم. (فتح القدیر، ج:۷،ص:۱۰۸، کتاب البیوع)

بیع استصناع دو اسباب کی بنیاد پر مشروع قرار دی گئی اول حاجت دوم تعامل ناس اصل کے لحاظ سے خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اس کو ناجائز ہونا چاہیے تھا کہ معدوم کی بیع ہے اور اس چیز کی بیع سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے جو انسان کے پاس نہ ہو لیکن انسان کی ضرورت کے پیش نظر اور لوگوں کے اس پر عمل درآمد ہونے کی وجہ سے استحسانا جائز کیا گیا۔ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے: يجوز استحسانا و القياس يقتضي عدم

جوازه لأنه بيع المعدوم و قد نهى النبي صلى الله عليه و سلم عن بيع ما ليس عند الإنسان و رخص في السلم، و هٰذا ليس بسلم لأنه لم يضرب له أجل، إليه أشار قوله بغير أجل. وجه الاستحسان الإجماع الثابت بالتعامل، فإن الناس في سائر الأعصار تعارفوا الاستصناع فيما فيه تعامل من غير نكير. اھ. (عنایۃ ملحق ب فتح القدیر، ج:۷،ص:۱۰۸) **بدائع الصنائع میں ہے:** جاز لأن الناس تعاملوه في سائر الأعصار من غير نكير فكان إجماعا منهم على الجواز فيترك القياس. اھ. (ص:۴۴۴، ج:۴، باب السلم، کتاب البیوع) **ہدایہ میں ہے:** و إن استصنع شيئا من ذٰلك بغير أجل جاز استحسانا للإجماع الثابت بالتعامل و في القياس لايجوز لأنه بيع المعدوم. و الصحيح أنه يجوز بيعا لا عدة و المعدوم قد يعتبر موجودا حكما. اھ. (ج:۲،ص:۱۰۰، باب السلم) واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۶/ذوالحجۃ ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۷/ذوالحجہ ۲۸ھ

عقد استصناع کب "سلم" میں تبدیل ہوجاتا ہے؟

مسئلہ: عقد استصناع کب سلم میں تبدیل ہوجاتا ہے؟

الجواب: عقد استصناع میں اگر ایک مہینہ یا اس سے زیادہ مدت کی قید لگادی جائے تو بعینہ وہی عقد بیع سلم ہوجاتا ہے، اور اس وقت بیع سلم کی تمام شرطوں کا پایا جانا ضروری ہوگا کہ ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو بیع فاسد ہوجائے گی۔ اس مسئلے میں فقہا کے یہاں تھوڑی تفصیل ہے اجل کی تعیین اگر ایسے عقد استصناع میں ہو جس میں تعامل ناس ہو تو صرف امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے یہاں وہ سلم میں تبدیل ہوگا اور تعامل نہ ہونے کی صورت میں امام

اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم تینوں کے یہاں بالاتفاق وہ سلم ہوجائے گا۔ ہدایہ میں ہے:
وإنما قال: بغير أجل لأنه لو ضرب الأجل فيما فيه تعامل يصير سلما عند أبي حنيفة خلافا لهما و لو ضربه فيما لا تعامل فيه يصير سلما بالاتفاق. اھ. (ہدایہ، ج:۲،ص:۱۰۱، باب السلم) عنایہ شرح ہدایہ میں ''بغیر اجل'' کے تحت مذکور ہے: و قوله: بغير أجل في أول المسئلة احترازا عما إذا ضرب له أجل فيما فيه تعامل فإنه حينئذ يكون سلما عند أبي حنيفة رحمه الله خلافا لهما: و أما إذا ضرب الأجل فيما لا تعامل فيه فإنه يصير سلما بالاتفاق، و المراد بضرب الأجل ما ذكره على سبيل الاستمهال. اھ. (عنایہ ملحق بفتح القدیر، ج:۷،ص:۱۱۰) بدائع الصنائع میں ہے: هٰذا إذا استصنع شيئا و لم يضرب له أجلا، فأما إذا ضرب له أجلا فإنه ينقلب سلما عند أبي حنيفة فلايجوز إلا بشرائط السلم و لا خيار لواحد منهما كما في السلم، و عندهما هو على حاله استصناع ذكره الأجل للتعجيل و لو ضرب الأجل فيما لا تعامل فيه ينقلب سلما بالإجماع. (بدائع، ج:۴،ص:۴۴۵، کتاب البیوع، باب حکم الاستصناع)

فتاوی عالمگیری میں ہے: و إن ضرب الأجل فيما للناس فيه تعامل صار سلما عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى حتى لايجوز إلا بشرائط السلم و لايثبت فيه الخيار و عندهما يبقى استصناعا و يكون ذكر المدة للتعجيل، و إن ضرب الأجل فيما لا تعامل فيه صار سلما بالإجماع كذا في الجامع الصغير انتهى. (فتاوی عالمگیری، ج:۳،ص:۲۰۸) ردالمحتار میں بدائع سے منقول ہے: استصناع کی شرطیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: و أن يكون مما فيه تعامل و أن لايكون مؤجلا و إلا كان سلما، و عندهما المؤجل استصناع إلا إذا كان مما لايجوز فيه الاستصناع فينقلب سلما في قولهم جميعا. اھ.

(ردالمحتار، ج:۷،ص:۴۴۴، باب السلم) واللہ تعالی اعلم۔

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۲۷/ذوالحجہ ۲۸ھ

کیا عقد استصناع ہر چیز میں ہوسکتا ہے؟

مسئلہ: کیا عقد استصناع ہر چیز میں ہوسکتا ہے اور یہ عقد لازم ہے یا نہیں؟

الجواب: عقد استصناع ہر چیز میں نہیں ہوسکتا بلکہ صرف ان چیزوں میں صحیح ہے جن کے بنوانے کا لوگوں میں رواج اور چلن جاری ہو جیسے ٹوپی، موزہ وغیرہ اور جن چیزوں کے بنوانے کا رواج اور چلن نہیں ہے ان میں عقد استصناع صحیح نہیں جیسے کپڑا وغیرہ بنوانا، مثلاً کسی بنکر کو مشتری حکم دے کہ وہ اس کے لیے اپنی طرف سے سوت کات کر کپڑا بنے تو جائز نہیں۔ مذہب مختار و مفتی بہ یہ ہے کہ عقد استصناع عقد غیر لازم ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ مستصنع (بنوانے والے) نے اگر مصنوع (تیار کردہ شی) کو دیکھا نہیں ہے اور نہ اس سے راضی ہوا ہے تو مستصنع اور صانع دونوں کو خیار رویت حاصل ہے بایں طور کہ قبل رویت مستصنع کو عقد سے رجوع کا حق حاصل ہے اور صانع (کاریگر) کو اس طور پر اختیار حاصل ہے کہ وہ مصنوع کو دوسرے شخص سے بیچ سکتا ہے اور کاریگری سے بھی باز رہ سکتا ہے، اور مبیع کو دیکھنے کے بعد اسے خیار رویت حاصل رہتا ہے کہ چاہے تو لے لے اور نہ چاہے تو نہ لے، قول مفتی بہ میں صانع کو کوئی خیار حاصل نہیں بلکہ جب مستصنع اس کو قبول کرلے تو صانع کو مصنوع کے دینے پر مجبور کیا جائے گا البتہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ بعد رویت صانع کو بھی خیار حاصل رہے گا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے:

الاستصناع جائز في كل ما جرى التعامل فيه كالقلنسوة و الخف و الأواني المتخذة من الصُفر و النحاس و ما أشبه ذٰلك استحسانا كذا في المحيط. ثم إنما جاز الاستصناع فيما للناس فيه تعامل إذا بين و صفا على

وجه يحصل التعريف أما فيما لا تعامل فيه كالاستصناع في الثياب بأن يأمر حائكا ليحيك له ثوبا بغزل من عند نفسه لم يجز كذا في الجامع الصغير. اھ. (فتاوی ہندیہ، ج:۳،ص:۲۰۷، باب السلم) بدائع الصنائع میں ہے استصناع کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے: أن يكون ما للناس فيه تعامل كالقلنسوة و الخف و الآنية و نحوها فلايجوز فيما لا تعامل لهم فيه الخ.

و أما كيفية جوازه فهي أنه عقد غير لازم في حق كل واحد منهما قبل روية المستصنع و الرضا به حتى كان للصانع أن يمتنع من الصنع و أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع و للمستصنع أن يرجع أيضا لأن القياس أن لايجوز أصلا إلا أن جوازه ثبت استحسانا بخلاف القياس لحاجة الناس. (بدائع، ج:۴،ص:۴۴۴، باب حکم الاستصناع) ہدایہ میں ہے: و هو بالخيار إذا رآه إن شاء أخذه و إن شاء تركه لأنه اشترى شيئا لم يره و لا خيار للصانع كذا ذكره في المبسوط و هو الأصح لأنه باع ما لم يره. و عن أبي حنيفة رحمه الله أن له الخيار أيضا لأنه لايمكنه تسليم المعقود عليه إلا بضرر و هو قطع الصَّرْم (الجلد) و غيره، و عن أبي يوسف أنه لا خيار لهما انتهى. (ج:۲،ص:۱۰۱، باب السلم) فتح القدیر میں ہے: و لأن جواز الاستصناع للحاجة و هي الجواز لا اللزوم، و لذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع لأن العقد غير لازم و أما بعد ما رآه فالأصح أنه لا خيار للصانع، بل إذا قبله المستصنع أجبر على دفعه له لأنه بالآخرة بائع. عنایہ شرح ہدایہ میں "قال: و هو بالخيار" کے تحت مسطور ہے أي المستصنع بعد الرؤية بالخيار إن شاء أخذه و إن شاء تركه لأنه اشترى ما لم يره و من هو كذلك فله الخيار كما تقدم و لا خيار للصانع كذا ذكره في المبسوط فيجبر على العمل لأنه بائع باع ما لم يره الخ. و عن

أبي حنيفة أن له الخيار أيضا إن شاء فعل و إن شاء ترك انتهى. (عنایہ، ج:۷،ص:۱۰۹، باب السلم) ایسا ہی بدائع الصنائع میں بھی ہے۔ (ج:۴،ص:۴۴۴، باب حکم الاستصناع)۔واللہ تعالی اعلم۔

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۹؍من ذي الحجة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۲؍محرم ۱۴۲۹ھ

عقد سلم اور اس کے جواز کی شرطیں

مسئلہ: عقد سلم کسے کہتے ہیں اور اس کے شراط جواز کیا ہیں؟

الجواب: جس عقد میں ثمن نقد اور مبیع ادھار ہو اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ فتح القدیر میں ہے: إن معناه الشرعي بيع أجل بعاجل. اهـ. (ج:۷،ص:۷۷، باب السلم) تنویر الابصار و درمختار میں ہے: هو لغة: كالسلف وزنا و معنا و شرعا بيع أجل و هو المسلم فيه بعاجل و هو رأس المال. اهـ. (ج:۴،ص:۲۲۶، باب السلم) بنایہ شرح ہدایہ للعلامہ العینی میں ہے: و في الإيضاح: السلم لغةً: عبارة عن الاستعجال و السلم و السلف بمعنى واحد و قال صاحب التحفة: السلم عقد يثبت الملك في الثمن عاجلا و في المثمن أجلا يسمى سلما. اهـ. (بنایہ، ج:۸،ص:۳۲۷، مطبوعہ: بیروت، باب السلم) هكذا في الفتاوى الهندية. (ج:۱،ص:۱۷۸) عقد سلم کے جواز کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں: (۱) راس المال اور مسلم فیہ دونوں کی جنسیں معلوم ہوں مثلا دراہم یا دنانیر ہوں یا جو اگر ایک عام بات کہی مثلا غلہ لیں گے تو بیع ناجائز ہے (۲) نوع متعین ہو اگر وہ جنس مختلف قسم کی ہو تو اس قسم کو متعین کرنا ضروری ہے مثلا چاول ہے یا ہنس راج یا مختلف قسم کے روپے یا اشرفی رائج ہوں تو کسی ایک کی تعیین، (۳) صفت معلوم ہو کہ عمدہ ہے یا ناقص اگر کسی جگہ پر کھرے کھوٹے کئی

طرح کے سکے رائج ہوں تو اس کا بیان کرنا ضروری ہے (۴) ناپ یا تول یا عدد یا گز سے مقدار معین ہو کہ فلاں پیمانہ سے مثلا اتنے کیلو یا اتنے من، اختلاف پیمانہ کی صورت میں۔ مذکورہ چاروں شرطیں راس المال اور مسلم فیہ دونوں میں مشترک اور ضروری ہیں (۵) راس المال اور مسلم فیہ علت ربا الفضل کے دو وصفوں (قدر و جنس) میں سے کسی ایک کو شامل نہ ہوں۔ اب وہ شرطیں ذکر کی جارہی ہیں جن میں سے بعض مسلم فیہ اور بعض عاقدین کے ساتھ خاص ہیں۔ (۶) میعاد معین ہو جو ایک ماہ سے کم نہ ہو اگر تعیین نہ کی اور یہ کہا کہ جب چاہیں گے لے لیں گے تو بیع صحیح نہیں۔ (۷) مسلم فیہ کے لیے اگر بار برداری ہو یا مزدوری دینا پڑے تو بائع کے اوپر اس جگہ کی تعیین ضروری ہے جہاں وہ مبیع کو ادا کرے گا۔ (۸) بائع جدائگی سے قبل مجلس عقد میں راس المال پر قبضہ کرلے کہ قبل قبضہ دونوں علیحدہ ہوگئے یا مشتری پیسہ لینے کے لیے گھر کے اندر گیا اور نگاہ سے آڑ ہوگئی تو عقد ان شرطوں کے باوصف فاسد ہوگیا، (۹) مسلم فیہ ایسی شئ ہو کہ روز عقد سے ختم میعاد تک ہر وقت بازار میں دستیاب ہو ورنہ عقد صحیح نہیں اگرچہ گھر میں موجود ہو، مثلا گیہوں کی کٹوتی میں یہ لفظ کہہ دے کہ نیا گیہوں لیں گے اور اس وقت بازار میں نیا گیہوں نہیں ہے تو عقد ناجائز و گناہ ہے۔ (۱۰) مسلم فیہ ایسی چیز ہو کہ معین کرنے سے معین ہو جائے یا اشرفی میں سلم جائز نہیں کہ یہ متعین نہیں ہوتے۔ (۱۱) عقد سلم میں بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کے لیے خیار شرط نہ ہو۔ ہدایہ میں ہے: ولا یصح السلم عند أبي حنيفة إلا بسبع شرائط (۱) جنس معلوم كقولنا حنطة أو شعيرة (۲) نوع معلوم كقولنا سقية أو بخسية (۳) و صفة معلومة كقولنا جيد أو ردي (٤) و مقدار معلوم كقولنا كذا كيلا بمكيال معروف أو كذا وزنا (٥) و أجل معلوم (٦) و معرفة مقدار رأس المال إذا كان يتعلق العقد على مقداره كالمكيل و الموزون و المعدود (٦) و تسمية المكان الذي يوفيه فيه إذا كان له حمل و مؤنة. اھ. علامہ قدوری رحمہ اللہ نے ان شرطوں کے علاوہ کچھ اور شرطوں کا ذکر فرمایا ہے

لکھتے ہیں: ولایجوز السلم حتی یکون المسلم فیه موجودا من حین العقد إلی حین المحل حتی لو کان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل أو علی العکس أو منقطعا فیما بین ذٰلك لایجوز. اھ. ولایصح السلم حتی یقبض رأس المال قبل أن یفارقه فیه. اھ. (ہدایہ، ج:۲، باب السلم) کنز الدقائق میں ہے: و شرطه بیان الجنس و النوع و الصفة و القدر و الأجل و أقله شهر و قدر رأس المال في المکیل و الموزون و المعدود و مکان الإیفاء فیما له حمل من الأشیاء و قبض رأس المال قبل الافتراق. اھ. (کنز الدقائق، ج:۶، ص:۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، باب السلم) فتاوی ہندیہ میں ہے: و أما شرائطه فنوعان: نوع یرجع إلی نفس العقد و نوع یرجع إلی البدل أما الذي یرجع إلی نفس العقد فواحد و هو أن یکون العقد عاریا عن شرائط الخیار للعاقدین أو لأحدهما بخلاف خیار المستحق فإنه لایبطل السلم ..... و أما الذي یرجع إلی البدل ستة عشر ستة في رأس المال و عشرة في المسلم فیه أما الستة التي في رأس المال فأحدها بیان الجنس أنه دراهم أو دنانیر أو من المکیل حنطة أو شعیرا و نحو ذٰلك و الثاني بیان النوع أنه دراهم غطریفة أو عدالیة الخ و هٰذا إذا کان في البلد نقود مختلفة الثالث بیان الصفة أنه جید أو ردي أو وسط کذا في النهایة. و الرابع بیان قدر رأس المال و إن کان مشارا إلیه فیما یتعلق العقد علی مقداره. والخامس کون الدراهم و الدنانیر منتقدة و هو شرط الجواز عند أبي حنیفة رحمه الله تعالی أیضا مع إعلام القدر هکذا في النهایة و السادس أن یکون مقبوضا في مجلس السلم سواء کان رأس المال دینا أو عینا عند عامة العلماء استحسانا.... و أما الشروط التي في المسلم فیه فأحدها بیان الجنس (۲)و النوع (۳)و الصفة (٤)و الرابع أن یکون معلوم

القدر و الخامس أن يكون المسلم فيه مؤجلا بأجل معلوم و السادس أن يكون المسلم فيه موجودا من حين العقد إلى حين المحل كذا في فتح القدير و السابع أن يكون المسلم فيه مما يتعين بالتعيين و الثامن أن يكون المسلم فيه من الأجناس الأربعة من المكيلات و الموزونات و العدديات المتقاربة و الذرعيات كذا في المحيط و التاسع بيان مكان الإيفاء فيما له حمل و مؤنة كالبر و نحوه كذا في الكافي العاشر أن لا يشمل البدلين أحد وصفي علة ربا الفضل و هو القدر أو الجنس و هٰذا مطرد في الأثمان. اھ. (ملخصا من الفتاوی الھندیۃ، ج:۱،ص:۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۳، الباب الثامن عشر في السلم) كذا في البحر الرائق مع حذف و زيادة (ج:۶،ص:۱۷۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۳۰ من ذي الحجة ۱۴۲۸ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۸ر محرم ۱۴۲۹ھ

عقد صرف کسے کہتے ہیں اور روپے کے بدلے روپے کی بیع عقد صرف ہے یا نہیں؟

مسئلہ: عقد صرف کسے کہتے ہیں اور روپے کے بدلے میں روپے کی بیع عقد صرف ہے یا نہیں کیا یہاں بھی مجلس میں تقابض بدلین ضروری ہے؟

الجواب: ثمن خلقی کو ثمن خلقی سے بیچنا بیع صرف کہلاتا ہے۔ تنویر و درمختار میں ہے: هو لغة الزيادة و شرعا بيع الثمن بالثمن أي ما خلق للثمنية. اھ. (ج:۴،ص:۲۶۱، کتاب الصرف) ہدایہ میں ہے: الصرف هو البيع إذا كان كل واحد من عوضيه من جنس الأثمان انتهى. (ج:۲،ص:۸۸، کتاب الصرف) فتاوی ہندیہ میں ہے: أما

تعر يفه فهو بيع ما هو من جنس الأثمان بعضها ببعض كذا في فتح القدير .اھ. (ج:۳،ص:۲۱۷، کتاب الصرف) روپے کے بدلے روپے کی بیع حقیقۃً عقد صرف نہیں بلکہ عقد صرف کے حکم میں ہے؛ اس لیے کہ خلقی اعتبار سے ثمن صرف سونا اور چاندی ہیں لیکن عصر حاضر میں ثمن کا کام روپے اور پیسے سے بھی لیا جانے لگا جو تخلیقی طور پر ثمن نہیں ہیں؛ کیوں کہ حکمًا یہ بھی ثمن ہیں۔لیکن اس میں مجلس عقد میں تقابض بدلین ضروری ہے۔ بائع ومشتری میں سے کسی نے بھی قبضہ کرلیا تو عقد صحیح اور اگر دونوں میں سے کسی نے قبضہ نہیں کیا تو بیع صحیح نہیں ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے:الفلوس بمنزلة الدراهم إذا جعلت ثمنا لاتتعين في العقد و إن عينت و لاينفسخ العقد بهلاكها كذا في الحاوي. هنديه هى ميں هے: لو باع الفلوس بالفلوس ثم افترقا قبل التقابض بطل البيع و لو قبض أحدهما و لم يقبض الأخر أو تقابضا ثم استحق ما في يدي أحدهما بعد الافتراق فالعقد صحيح على حاله كذا في الحاوي. (فتاوی ہندیہ، ج:۳،ص:۲۲۴، کتاب الصرف) صاحب ہدایہ نے پیسے کو ثمن اصطلاحی قرار دیا ہے "ويجوز البيع بالفلوس" کے تحت ہے:لأنه مال معلوم كان كانت نافقة جاز البيع بها و إن لم تعين لأنها أثمان بالاصطلاح. اھ. (ہدایہ،ج:ص:۹۴)اور رائج نوٹ کا بھی یہی حکم ہے۔والله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۱۸ر محرم ۱۴۲۹ھ

عقد صرف کے عوضین میں کمی بیشی ہو تو یہ کب جائز ہے اور کب حرام؟

مسئلہ: عقد صرف کے عوضین میں کمی بیشی ہو تو یہ کب جائز ہے اور کب حرام؟

الجواب: عقد صرف کے عوضین اگر ایک ہی جنس کے ہوں مثلاً سونے کی بیع سونے سے یا چاندی کی بیع چاندی سے یا روپے کی بیع روپے سے ہو تو تفاضل وتناقص کے ساتھ بیع حرام

ہے۔ اور اگر جنس بدل جائے تو کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے لیکن ادھار نہیں بلکہ مبیع پر بائع کے لیے اور ثمن پر مشتری کے لیے قبضہ ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

عورت کا چہرہ اور آواز عورت ہے یا نہیں؟ نیز اس کا چہرہ دیکھنے اور اس کی آواز سننے کا حکم

مسئلہ: عورت کا چہرہ اور آواز عورت ہے یا نہیں اور اس کا چہرہ دیکھنے اور اس کی آواز سننے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: عورت کا چہرہ عورت نہیں ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: بدن الحرة عورة إلا وجهها و كفيها و قدميها كذا في المتون. اهـ. (ج:۱،ص:۵۸، الباب الثالث في شروط الصلوة) فتاوی بزازیہ میں ہے: "إذا لم تستر المرأة وجهها و كفها و قدمها في الصلوة جاز لأنها ليست بعورة. اهـ. (ج:۱،ص:۳۴، السادس في ستر العورة) الأشباہ والنظائر میں ہے: "و بدنها كله عورة إلا وجهها و كفها و قدميها على المعتمد. اهـ." (الجزء الثاث في أحكام الأنثى) تنویر الابصار میں اس طرح ہے: "للحرة جميع بدنها خلا الوجه و الكفين و القدمين. اهـ." (ج:۱،ص:۲۹۸، مطلب في ستر العورة)

اجنبیہ آزاد عورت کے چہرہ کو دیکھنا دو حال سے خالی نہیں یا تو ضرورت کی بنیاد پر ہوگا یا بلا ضرورت ہوگا۔ اگر بلا ضرورت اور بلا شہوت ہو تو دیکھنا حرام نہیں البتہ مکروہ ضرور ہے اور شہوت کے ساتھ ہو تو حرام ہے یہ حکم عام لوگوں کے لیے ہیں مگر اس زمانے میں بلا ضرورت جوان عوت کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ فتنہ کا اندیشہ ہمہ وقت ہے، اور اگر بوجہ ضرورت ہو تو قاضی، شاہد، طبیب اور نکاح کرنے والے کو دیکھنے کی اجازت ہے۔ اگر چہ اندیشۂ شہوت کیوں نہ ہو۔ مثلا قاضی کو فیصلۂ مقدمات کے لیے، شاہد

کو اجنبیہ کے موافق یا مخالف گواہی دینے کے لیے، طبیب کو تداوی کے لیے بقدر ضرورت اور اس شخص کو جو اجنبیہ سے نکاح کا خواہش مند ہو، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

”و ینظر من الأجنبیة ولو کافرة مجتبی إلی وجهها وکفیها فقط للضرورة فإن خاف الشهوة أو شك امتنع نظره إلی وجهها، فحل النظر مقید بعدم الشهوة وإلا فحرام و هٰذا في زمانهم و أما في زماننا فمنع من الشابة قهستاني و غیره. إلا النظر لا المس لحاجة کقاض و شاهد یحکم و یشهد علیها و کذا مرید نکاحها ولو عن شهوة بنیة السنة لا قضاء الشهوة وشرائها ومداواتها ینظر الطبیب إلی موضع مرضها بقدر الضرورة، إذ الضرورات تتقدر بقدرها“ اھ. ردالمحتار میں مقید بعدم الشھوۃ کے تحت ہے: قال في التتارخانیة و في شرح الکرخي: النظر إلی وجه الأجنبیة الحرة لیس بحرام و لکنه یکره لغیر حاجة. و ظاهر الکراهة و لو بلا شهوة. اھ. آگے و إلا فحرام کے تحت فرمایا: ”أي إن کان عن شهوة حرّم“ (ج:۵،ص:۲۶۱، فصل في النظر والمس)

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”النظر إلی وجه الأجنبیة إذا لم یکن عن شهوة لیس بحرام لکنه مکروه کذا في السراجیة. اھ. ثم النظر إلی الحرة الأجنبیة قد یصیر مرخصا عند الضرورة کذا في المحیط. و الکافرة کالمسلمة و روي لا بأس بالنظر إلی شعر الکافرة، کذا في الغیاثیة. یجوز للقاضي إذا أراد أن یحکم علیها و للشاهد إذا أراد أن یشهد علیها أن ینظر إلی وجهها و إن خاف أن یشتهي و لکن ینبغي أن یقصد به أداء الشهادة أو الحکم علیها لا قضاء الشهوة. و أما النظر لتحمل الشهادة إذا اشتهی قیل یباح کما في النظر عند الأداء و الأصح أنه لا یباح کذا في السراج الوهاج. و لو أراد أن یتزوج امرأة فلا باس بأن ینظر إلیها و إن

خاف أن يشتهيها كذا في التبيين. اھ.“ (ہندیہ، ج:۵،ص:۳۳۰) ردالمحتار میں ہے:
قوله و أما في زماننا فمنع من الشابة لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة كما قدمه في شروط الصلوة. (ج:۵،ص:۲۶۱، فصل في النظر) تنویر الابصار و درمختار میں ہے:”و تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة بل لخوف الفتنة. اھ. (ج:۱،ص:۲۹۹، مطلب في ستر العورة)

رہی آواز کی بات تو قول راجح پر یہ عورت نہیں لیکن اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے بلاضرورت مردوں کو اس کی آواز سننا اور سنانا ممنوع ہے۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے: قوله و صوتها معطوف على المستثنى يعني أنه ليس بعورة قوله على الراجح عبارة البحر عن الحلية أنه الأشبه و في النهر و هو الذي ينبغي اعتماده و مقابله ما في النوازل ”نغمة المرأة عورة و تعلمها القرآن من المرأة أحب قال عليه الصلوة و السلام: التسبيح للرجال و التصفيق للنساء فلايحسن أن يسمعها الرجل. اھ. و في الكافي: و لاتلبي جهرا لأن صوتها عورة و مشى عليه في المحيط في باب الأذان بحر. (ج:۱،ص:۲۹۹، فصل في النظر)۔ واللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي
المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور
السابع من ربيع الآخر ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۵/ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

عورت کی نعت شریف کی کیسٹ سننا کیسا ہے؟

مسئلہ: عورتوں کی نعت شریف کی کیسٹ سننا کیسا ہے؟
الجواب: عورت کی آواز گرچہ عورت نہیں لیکن اندیشۂ فتنہ کی وجہ سے بلا حاجت عورتوں کی نعت شریف کی کیسٹ سننا جائز نہیں؛ اس لیے کہ عورتیں نعت شریف عموماً نغمگی یعنی ترنم

کے ساتھ پڑھتی ہیں جس کی وجہ سے آواز میں لچک، اتار چڑھاؤ اور دلکشی پیدا ہوتی ہے جو لوگوں کے ان کی طرف میلان کا باعث ہے، اور بعینہ وہی ترنم کیسٹ میں بھی محفوظ ہوتا ہے اس لیے مسلمانوں کو اس کا سننا جائز نہیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ ہرگز ہرگز ایسی کیسٹیں نہ خریدیں۔ حاجت کی بات جدا ہے مگر یہاں کیسٹ سے نعت شریف سننے میں عموماً کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ درمختار و ردالمحتار میں ہے: قوله و صوتها معطوف على المستثنى يعني أنه ليس بعورة قوله على الراجح عبارة البحر عن الحلية و في النهر و هو الذي ينبغي اعتماده و مقابله ما في النوازل: نغمة المرأة عورة و تعلمها القرآن من المرأة أحب. قال عليه الصلاة و السلام: التسبيح للرجال و التصفيق للنساء فلايحسن أن يسمعها الرجل. اه. و في الكافي و لاتلبي جهرا لأن صوتها عورة و مشى عليه في المحيط في باب الأذان بحر. اه. (ج:۱،ص:۲۹۹،فصل في النظر) و الله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۵/ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

عورتوں کو سونے، چاندی، تانبا، پیتل وغیرہ دھاتوں کے زیور یا مردوں کو ان کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے؟ نیز ان زیورات اور انگوٹھیوں کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ: عورتوں کو سونے، چاندی، تانبا، پیتل اور اسٹیل وغیرہ دھاتوں کے زیور یا مردوں کو ان کی انگوٹھی پہننا کیسا ہے۔ اور ان زیورات اور انگوٹھیوں کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: مردوں کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک نگ والی انگوٹھی جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو پہننا جائز ہے، اور عورتوں کو سونے، چاندی کے زیورات اور ان کی انگوٹھیاں پہننا جائز اور ان کے علاوہ دیگر دھاتوں مثلاً: لوہا، تانبا،

پیتل، جست اور اسٹیل وغیرہ کے زیورات اور انگوٹھی پہننا مرد و زن دونوں کے لیے حرام ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے: ”و لا یتحلی الرجل بذهب و فضة إلا بخاتم و منطقة و حلیة سیف منها أي الفضة إذا لم یرد به التزین. و لایتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فیحرم بغیرها کحجر و ذهب و حدید و صُفر و رصاص و زجاج و غیرها.

علامہ شامی ”فیحرم بغیرها“ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ”لما روی الطحاوي بإسناده إلی عمران بن حصین و أبي هریرہ قال: نهی رسول الله صلی الله علیه و سلم عن خاتم الذهب و روی صاحب السنن بإسناده إلی عبد الله بن بریرة عن أبیه: أن رجلا جاء إلی النبي صلی الله علیه و سلم و علیه خاتم من شبه فقال له: ما لي أجد منك ریح الأصنام؟ فطرحه، ثم جاء و علیه خاتم من حدید فقال: ما لي أجد علیك حلیة أهل النار؟ فطرحه فقال: یا رسول الله! من أي شيء أتخذه؟ قال: اتخذه من ورق و لا تتمه مثقالا. اهـ. فعلم أن التختم بالذهب و الحدید و الصفر حرام. اهـ. آگے علامہ شامی نے جوہرہ کے حوالے سے یہ بیان فرمایا ہے: ”والتختم بالحدید والصفر و النحاس و الرصاص مکروہ للرجال و النساء. اهـ.“ لوہا، پیتل، تانبا اور سیسہ کی انگوٹھی پہننا مرد و زن دونوں کے لیے مکروہ ہے۔ فتاوی ہندیہ میں بھی چاندی کے علاوہ مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام کہا گیا ہے اور سونے کے علاوہ دوسری دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد و زن دونوں کے لیے مکروہ بتایا گیا ہے۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”ثم الخاتم من الفضة إنما یجوز للرجل إذا ضرب علی صفة ما یلبسه الرجال أما إذا کان علی صفة خواتم النساء فمکروہ و هو أن یکون له فصان کذا في السراج الوهاج. اهـ. و یکره للرجال التختم بما سوی الفضة کذا في الینابیع و التختم بالذهب

حرام في الصحيح كذا في الوجيز للكردري و في الخجندي التختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال و النساء جميعا . اھ . (ج:۵،ص:۳۳۵، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة) تانبا، پیتل، اسٹیل، لوہاوغیرہ دھاتوں کے زیورات اور انگوٹھیوں کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، درمختار میں ہے: ”كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. اھ . (ج:۱،ص:۳۳۷، باب صفة الصلوة) لہٰذا جس نے ایسی انگوٹھی کا زیور پہن رکھا ہو اس پر واجب ہے کہ اتار کر دوبارہ نماز ادا کرے۔ واللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الثالث عشر من ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

کن صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے اور کن صورتوں میں واجب؟

مسئلہ: کن صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز اور کن صورتوں میں واجب؟

الجواب: بعض صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز اور بعض صورتوں میں واجب ہے بعض کتابوں میں کذب مباح ہونے کی تعداد تین، بعض میں چار اور بعض میں پانچ صورتوں کا ذکر ہے وغیرہ اس طرح وجوبی تعداد میں بھی اختلاف ہے ہم یہاں ان صورتوں کو ذکر کر رہے ہیں جن میں کذب کو مباح کیا گیا ہے (۱) احیاے حق کے لیے مثلاً شفیع کو رات میں جائداد مشفوعہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت وہ لوگوں کو گواہ نہیں بنا سکتا ہو تو صبح کو یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا علم اس وقت ہوا، اسی طرح لڑکی رات میں بالغ ہوئی اور اس نے خیار بلوغ کی وجہ سے اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو وہ لوگوں سے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔ (۲) جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو تو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے جائز ہے۔ (۳) صلح کے لیے مثلاً دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا

چاہتا ہے تو ایک کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ تمھیں اچھا جانتا ہے، تمھاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمھیں سلام بھیجا ہے تا کہ دونوں میں عداوت کم ہوجائے اور صلح ہوجائے۔ (۴) بیوی کو خوش کرنے کے لیے خلاف واقع کوئی بات کہہ دے۔ (۵) جنگ کی صورت میں اپنے مدمقابل کو دھوکا دینے کے لیے جائز ہے۔ (۶) چھٹی صورت جس کو علامہ شامی نے ضمناً بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ اگر سچ بولنے میں فساد زیادہ ہو تو جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہو تو حرام ہے اور اگر معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔ واضح ہو کہ کذب سے مراد تعریض ہے؛ اس لیے کہ عین کذب تو حرام ہے۔ درمختار میں ہے: "الكذب مباح لإحياء حقه و دفع الظلم عن نفسه و المراد التعريض لأن عين الكذب حرام قال: و هو الحق. قال تعالى: قتل الخراصون. الكل من المجتبى و في الوهبانية قال: و للصلح جاز الكذب أو دفع ظالم. اھ.

ردالمحتار میں "الكذب مباح" کے تحت ہے: كالشفيع يعلم البيع بالليل فإذا أصبح يشهد و يقول: علمت الآن، و كذا الصغيرة تبلغ في الليل و تختار نفسها من الزوج و تقول: رأيت الدم الآن. ردالمحتار ھی میں قال و ھو الحق کے تحت فرمایا: قال أي صاحب المجتبى و عبارته قال عليه الصلوة و السلام "كل كذب مكتوب لا محالة إلا ثلثة الرجل مع امرأته أو ولده و الرجل يصلح بين اثنين و الحرب فإن الحرب خدعة قال الطحاوي و غيره: هو محمول على المعاريض لأن عين الكذب حرام قلتُ و هو الحق. اھ. (ج:۵، ص:۳۰۳، فصل في البيع)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "و الكذب محظور إلا في القتال للخدعة و في الصلح بين اثنين و في إرضاء الأهل و في دفع الظالم عن الظلم. اھ."

(ہندیہ، ج:۵، ص:۳۵۲، الباب الثالث عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي، مطبع نورانی کتب خانہ،

پشاور، پاکستان) بزازیہ میں ہے: "يجوز الكذب في ثلثة مواضع في الصلح بين الناس و في الحرب و مع امرأته قال في الذخيرة: أراد به المعارض لا الكذب الخالص. اھ." (ج:٦،ص:٣٥٩)

اور بعض صورتیں ایسی ہیں جہاں جھوٹ بولنا واجب ہے اور کہیں حرام۔ وجوب کی صورتیں یہ ہیں: (ا) کسی نے بے گناہ شخص کو دیکھا کہ ظالم کے خوف سے وہ چھپا ہوا ہے اور ظالم اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا رسانی اور اس شخص سے اس کے بارے میں پوچھا جائے کہ وہ کہاں ہے تو اس پر جھوٹ بولنا واجب ہے۔ کہہ دے کہ میں نے اسے نہیں دیکھا ہے، (۲) کسی نے امانت کے طور پر کسی کے پاس کوئی سامان رکھا اور دوسرا شخص اس کو غصب کر کے لینا چاہتا ہے تو اس پر اس کا انکار واجب ہے، اس کے علاوہ اور بھی صورتیں ہو سکتی ہیں یہاں استقصا واحصار مقصود نہیں اس تعلق سے ضابطۂ کلیہ یہ ہے کہ جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جا سکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی تو اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل ہو سکتا ہو سچ سے نہیں تو بعض صورتوں میں مباح اور بعض صورتوں میں واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے: "الكذب قد يباح و قد يجب و الضابط فيه كما في تبيين المحارم و غيره عن الإحياء أن كل مقصود محمود يمكن التوصل إليه بالصدق و الكذب جميعا فالكذب فيه حرام و إن أمكن التوصل إليه بالكذب وحده فمباح إن أبيح تحصيل ذٰلك المقصود و واجب إن وجب تحصيله (ذٰلك المقصود) كما لو رأى معصوما اختفى من ظالم يريد قتله أو إيذاءه فالكذب ههنا واجب و كذا لو سأله عن وديعة يريد أخذها يجب إنكارها. اھ. و ينبغي أن يقال: مفسدة الكذب بالمفسدة المترتبة على الصدق بأن كانت مفسدة الصدق أشد فله الكذب و إن بالعكس أو شك حرم انتهى. (ج:٥، ص:٣٠٣، ہندی مطبوعہ بڑی سائز)۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي
المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور
التاسع من ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

قیام بوقت میلا سنت ہے یا مباح

مسئلہ: قیام بوقت میلاد سنت ہے یا مباح؟

الجواب: قیام بوقت ذکر ولادت سید الانبیا و المرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین، مستحب و مستحسن اور باعث خیر کثیر و اجر و ثواب ہے، صدہا سال سے بلاد عرب و عجم میں علماے ملت اور صلحاے امت کا اس پر عمل رہا ہے؛ اس لیے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی غایت تعظیم و تکریم پائی جاتی ہے جو رضاے الٰہی جل وعلا کا سبب ہے، اس کے جائز و مباح ہونے کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ یہ مبارک و مسعود فعل صدہا سال سے بلاد اسلام میں رائج و معمول اور اکابر ائمہ و علما میں مقبول ہے، اور اس کو شریعت اسلامیہ نے منع نہیں کیا، اور ضابطہ ہے "إن الحكم إلا لله و إنما الحرام ما حرم الله في كتابه و ما سكت عنه فهو مما عفا عنه." ترجمہ: حکم صرف اللہ کا ہے اور حرام وہی ہے جس کو اللہ نے حرام فرمایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ اللہ کی طرف سے معاف کیا ہوا ہے۔ (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ، ج: ۱۲، ص: ۶۰)

مزید تقویت کے لیے علماے کرام کے اقوال ذیل کی سطور میں درج کیے جا رہے ہیں۔ فقیہ و محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں:

"القيام عند ذكر ولادة سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه و سلم أمر لا شك في استحبابه و استحسانه و ندبه يحصل لفاعله من الثواب الأوفر و الخير الأكبر أي تعظيم للنبي الكريم ذي الخُلق العظيم الذي أخرجنا الله به من ظلمات الكفر إلى الإيمان، و خلصنا الله به من نار الجهل إلى جنات المعارف و الإيقان، فتعظيمه صلى الله تعالى عليه و سلم، فيه

سارعة إلى رضاء رب العلمين.. (العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۱۲، ص:۶۲)

پھر ارشاد فرماتے ہیں: قد اجتمعت الأمة المحمدية من أهل السنة و الجماعة على استحسان القيام المذكور، و قد قال صلى الله تعالى عليه و سلم: لاتجتمع أمتي على الضلالة. اھ. (المرجع السابق، ج:۱۲، ص:۶۳)

فتاوی رضویہ میں ہے: امام علامہ مدالقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں:

جرت عادة القوم بقيام الناس إذا انتهى المداح إلى ذكر مولده صلى الله تعالى عليه و سلم و هي بدعة مستحبة لما فيه من إظهار السرور و التعظيم الخ نقله المولى الدمياطي. اھ. ترجمہ: یعنی قوم کی عادت جاری ہے کہ جب مدح خواں ذکر میلاد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے تو لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بدعتِ مستحبہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر خوشی اور حضور کی تعظیم کا اظہار ہے۔ (المرجع السابق، ج:۱۲، ص:۶۳)

علامہ ابوزید اپنے رسالہ ''میلاد'' میں لکھتے ہیں: استحسن القيام عند ذكر الولادة. اھ. ترجمہ: ذکر ولادت کے وقت قیام مستحسن ہے۔

علامہ سید احمد زین دحلان مکی قدس سرہ اپنی کتاب مستطاب، ''الدرر السنیۃ فی الرد علی الوھابیۃ'' میں فرماتے ہیں:

من تعظيمه صلى الله تعالى عليه و سلم الفرح بليلة ولادته و قراءة المولد و القيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم و إطعام الطعام وغير ذٰلك مما يعتاد الناس فعله من أنواع البر... اھ. (ص:۱۸، مطبع استنبول) مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ علامہ جمال بن عبداللہ بن عمر مکی علامہ انباری کی مورد الظمآن سے نقل فرماتے ہیں: قام الإمام السبكي و جميع من بالمجلس و كفى بمثل ذٰلك في الاقتداء. اھ. ملخصا۔ ترجمہ: امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس نے قیام کیا اور اس قدر اقتدا کے لیے کافی ہے العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، ج:۱۲، ص:۶۴۔ واللہ تعالی

اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۱ر من ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

بزرگوں کی قبروں کو بوسہ دینا اور ازراہِ ادب جھک کر سلام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: بزرگوں کی قبروں کو بوسہ دینا یا ازراہ ادب جھک کر سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب: بزرگوں کی قبروں کو بوسہ دینا مذہب راجح پر ممنوع ہے، شرح عین العلم میں ملا علی قاری فرماتے ہیں: و لا یمس أي القبر و لا التابوت و الجدار فورد النهي عن مثل ذٰلك بقبره صلى الله عليه و سلم، فكيف بقبور سائر الأنام. و لا يقبل فإنه ز يادة على المس فهو أولى بالنهي. اهـ. (العطایا النبویۃ في الفتاوی الرضویۃ، ج:۹،ص:۲٦، کتاب الحظر وال إباحۃ)

فتاوی ہندیہ میں ہے: ولا يمسح القبر و لايقبله فإن ذٰلك من عادة النصارى، ولا بأس بتقبيل قبر والديه كذا في الغرائب. ترجمہ: قبر کو نہ چھوئے اور نہ بوسہ دے کہ یہ عادت نصاری سے ہے، اور والدین کی قبر کو چومنے میں کوئی حرج نہیں۔ ایسا ہی غرائب میں ہے۔ (ج:۵،ص:۳۵۱، الباب السابع عشر في زيارة القبور و قراءة القرآن في المقابر)

رہا جھک کر سلام کرنا تو یہ بھی ممنوع ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا سلام کرنے کے لیے جھکے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ قال: أينحني له قال: لا. (فتاوی رضویہ، ج:۹، ص:۲٦)۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۱؍من ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ

جنایت کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: جنایات کسے کہتے ہیں تشریح کرو۔

الجواب: جنایات جنایت کی جمع ہے، لغت میں جنایت نام ہے بُرے فعل کے ارتکاب کرنے کا، اور اصطلاحِ فقہا میں جنایت ایسے حرام فعل کو کہتے ہیں جو جان یا اس کے اعضا میں واقع ہو، فقہاے عظام نے غصب اور چوری کو مال کے ساتھ اور جنایت کو نفس و اطراف کے ساتھ خاص فرمایا، یعنی شر تو دونوں صورتوں میں متحقق ہے لیکن وہ گناہ جو مال کے اندر واقع ہوا سے غصب اور سرقہ سے تعبیر کرتے ہیں اور جو نفس یا اعضا میں ہوا سے جنایت سے۔

درمختار میں ہے: ثم الجناية لغة اسم لما يكتسب من الشر و شرعا اسم لفعل محرم حل بمال أو نفس، و خص الفقهاء الغصب و السرقة بما حل بمال و الجناية بما حل بنفس و أطراف. اھ. (الدر المختار علی ھامش رد المحتار، ج:۵)
فتاوی ہندیہ میں ہے: ”و هي في الشرع اسم لفعل محرم سواء كان في مال أو نفس لكن في عرف الفقهاء يراد بإطلاق اسم الجناية الفعل في النفس و الأطراف كذا في التبيين اھ. (ہندیہ، ج:٦،ص:۲، کتاب الجنایات) محقق علی الاطلاق علامہ ابن الہمام نے جنایت کی تعریف یوں فرمائی ہے: ”ثم إن الجناية في اللغة اسم لما تجنيه من شر تكسبه وهي في الأصل مصدر جنى عليه شرا جناية و هو عام في كل ما يقبح و يسوء إلا أنه في الشرع خص بفعل محرم حل بالنفوس و الأطراف و الأول يسمى قتلا و هو فعل من العباد تزول به الحياة و الثاني يسمى قطعا و جرحا. اھ. عنایہ میں ہے: ”و الجناية في اللغة

اسم لما يكتسب من الشر تسمية بالمصدر من جنى عليه شرا و هو عام إلا أنه خص بفعل محرم شرعا حَلّ بالنفوس و الأطراف. اهـ. (فتح القدیر، ج:۱۰،ص:۲۲۰، کتاب الجنایۃ، مطبوعہ: مرکز اہلسنت پور بندر) مذکورہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ لغۃ جنایت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ آدمی کسی کا مال غصب کر لے یا چوری کر لے یا تلف کر دے اور شرعا اس کی صورت یہ ہے کہ ناحق کسی کا قتل کر دیا جائے یا اس کے اعضا میں سے کوئی عضو کاٹ دیا جائے یا توڑ دیا جائے مثلا ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۰/ جمادی الأولی ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۲/ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

قتلِ ناحق کے اقسام واحکام

مسئلہ: قتل ناحق کے اقسام واحکام لکھو۔

الجواب: قتل ناحق کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) قتل عمد (۲) شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ ہر ایک کی قدرے تفصیل مع احکام درج ذیل ہے۔

(۱) قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھاردار آلے یا جو اس کے قائم مقام ہو اس سے قصداً قتل کیا جائے مثلاً تلوار، چھری، نیزہ، بلم سے یا لکڑی اور باس کی کھپچی میں دھار نکال کر، موجودہ زمانے میں توپ، بندوق اور بم وغیرہ سے قتل کرنا بھی قتل عمد ہے اسی طرح آگ سے جلا دینا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل سخت گنہ گار ہے اور دنیا میں اس کی سزا قصاص ہے مگر یہ کہ اولیاے مقتول معاف کر دیں یا قاتل کی مرضی سے مال لے کر مصالحت کر لیں۔

(۲) شبہ عمد یہ ہے کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہیں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر وغیرہ سے مار ڈالا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل گنہ گار ہے

اوراس پر کفارہ واجب اور قاتل کے عصبہ پر دیت واجب جس کی ادائیگی تین سال میں ہوگی۔

(۳) قتل خطا اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قاتل کے گمان میں غلطی ہوئی مثلا اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا حالاں کہ وہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالاں کہ وہ مسلم تھا۔ دوسری صورت یہ کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلا شکار پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو۔ حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب اور عصبہ پر دیت واجب ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی، اس کے ذمے قتل کا گناہ نہیں ہے البتہ ایسے آلے کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی اس لیے اس کا گناہ ہوگا۔

(۴) قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مرگیا اس کے احکام بھی وہی ہیں جو قتل خطا کے ہیں مذکورہ چاروں صورتوں میں میراث سے بھی محروم ہوگا۔

(۵) قتل بالسبب جیسے کسی شخص نے دوسرے شخص کی ملک میں کنواں کھدوایا یا راہ میں پتھر یا لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنوئیں میں گر کر یا پتھر یا لکڑی وغیرہ سے ٹھوکر کھا کر مرگیا۔ اس صورت میں عصبہ کے ذمے دیت ہے اور قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ البتہ اس کا گناہ ضرور ملے گا کہ غیر کی ملک میں کنواں کھدوایا یا وہاں پتھر رکھ دیا۔

ہدایہ آخرین میں ہے: ”قال القتل علی خمسة أوجه عمد و شبه عمد و خطأ و ما أجري مجری الخطاء و القتل بسبب و المراد بيان قتل تتعلق به الأحكام قال: فالعمد ما تعمد ضربه بسلاح أو ما أجري مجری السلاح كالمحدد من الخشب و ليطة القصب و المروة المحددة و النار لأن العمد هو القصد و لايوقف عليه إلا بدليله و هو استعمال الألة القاتلة.... و موجب ذلك المأثم لقوله تعالی و من يقتل مؤمنا متعمدا فجزاءه جهنم الأية و قد نطق به غير واحد من السنة و عليه انعقد إجماع الأمة و القود لقوله تعالی كتب عليكم القصاص فی القتلی الأية.

إلا أن يعفوا الأولياء أو يصالحوا لأن الحق لهم ثم هو واجب علينا و ليس للولي أخذ الدية إلا برضا القاتل. اه

و شبه العمد عند أبي حنيفة أن يتعمد الضرب بما ليس بسلاح و لا ما أجري مجرى السلاح وقال أبو يوسف و محمد وهو قول الشافعي إذا ضربه بحجر عظيم أو بخشبة عظيمة فهو عمد وشبه العمد أن يتعمد ضربه ما لايقتل به غالبا وموجب ذلك على القولين الإثم لأنه قتل و هو قاصد في الضرب والكفارة لشبهه بالخطاء والدية مغلظة على العاقلة و يتعلق به حرمان الميراث قال: والخطأ على نوعين خطأ في القصد هو أن يرمي شخصا يظنه صيدا فإذا هو أدمي أو يظنه حربيا فإذا هو مسلم وخطأ في الفعل وهو أن يرمي غرضا فيصيب أدميا و موجب ذلك الكفارة والدية على العاقلة لقوله تعالى فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله الأية وهي على عاقلته في ثلث سنين لما بيناه. ولا إثم فيه يعني في الوجهين قالوا المراد إثم القتل فأما في نفسه فلا يعري عن الإثم من حيث ترك العزيمة و المبالغة في التثبت في حال الرمي. اهـ. و يحرم عن الميراث.

وما أجري مجرى الخطأ مثل النائم ينقلب على رجل فيقتله فحكمه حكم الخطأ في الشرع و أما القتل بسبب كحافر البئر و واضع الحجر في غير ملكه و موجبه إذا تلف فيه أدمي الدية على القاتلة و لا كفارة فيه ولا يتعلق به حرمان الميراث. اهـ. (ہدایہ آخرین، ج:۴،ص:۵۵۹ تا ۵۶۲، کتاب الجنایات) تنویر و درمختار میں ہے: القتل الذي يتعلق به الأحكام الأتية موقود و دية و كفارة و إثم و حرمان إرث خمسة و إلا فأنواعه كثيرة كرجم و صلب و قتل حربي الأول عمد و هو أن يتعمد ضربه أي

ضرب الآدمي في أي موضع من جسده بآلة تفرق الأجزاء مثل سلاح و مثقل لو من حديد جوهرة و محدد من خشب و زجاج و حجر و إبرة في مقتل برهان و ليطة الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، ج:۵،ص:۳۴۷،۵ ، کتاب الجنایات)۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۱؍جمادی الاُولی ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۲؍جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ

اللہ عزوجل سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں، اس پر دلائل

مسئلہ: اللہ عزوجل سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں اسے صداقت کے مدارج بیان کر کے واضح کرو۔

الجواب: جمہور علماے حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی سے صدور کذب کا امکان ذاتی اور عقلی دونوں محال ہیں چہ جائیکہ فقط امکان کذب کا قول کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی سچا ہو ہی نہیں سکتا یہ عقلا اور ذاتا دونوں طرح محال ہے۔ نصوص قرآنی اس پر ناطق ہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۔(النساء۴،۸۶) اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی۔ تفسیر بیضاوی میں مذکورہ بالا آیت کے تحت ہے: إنكار أن يكون أحد أكثر صدقا منه فإنه لايتطرق الكذب إلى خبره بوجه لأنه نقص و هو على الله محال. اھ. (۲؍۲۲۹، بیروت) تفسیر کبیر میں ہے: "قوله: و من أصدق من الله حديثا" استفهام على سبيل الإنكار و المقصود منه بيان أنه يجب كونه تعالى صادقا و إن الكذب و الخلف في قوله محال. (۴؍۱۶۷، آیت:۸۷، سورہ نسا، بیروت) دوسرے مقام پر ارشاد ہے وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ۔ اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ (سورہ نسا، ۱۲۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سنتا جانتا۔(الانعام،۱۱۶)

اس کو سمجھنے سے پہلے مدارج صدق کا سمجھنا ضروری ہے اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فتاوی رضویہ میں صدق قائل کے سات مدارج بیان فرمائے ہیں۔ جو تسہیل و تلخیص کے ساتھ درج ذیل ہیں:

پہلا درجہ: روایات وشہادات میں قطعا کذب سے بچتا ہو اور عام گفتگو میں بھی ایسا جھوٹ کبھی روا نہ رکھے جس میں کسی کو ضرر پہنچانا ہو مگر مزاحاً یا عبثا ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا اس پر یقین کر سکے جیسے آج زید نے کئی مَن کھانا کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے ایسا شخص کاذب نہ شمار کیا جائے گا نہ آثم و مردود الروایت ہوگا تاہم یہ کلام خلاف واقع محض فضول اور غیر مفید ہے۔

درجہ ۲: عام گفتگو میں ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نظم یا نثر میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو مثلا قصائد کی تشبیہیں قصیدہ بانت سعاد کا ایک مصرع اس طرح ہے: ”بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُوْلٌ“ سب کو معلوم ہے کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس پر فریفتہ تھے نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح ہوئے یہ محض شاعرانہ خیالات ہیں مگر بے فائدہ نہیں بلکہ اس کا مقصد تیز خاطری، سامع کو شوق دلانا، دل میں رقت پیدا کرنا اور سخن کی آرائش کرنا ہے لیکن پھر بھی یہ خلاف واقعہ کی حکایت تو ہے اسی لیے ارشاد فرمایا گیا: وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ۔ نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔

درجہ ۳۔ یہ ہے کہ قائل ایسے شاعرانہ خیالات سے بھی بچے مگر پند و نصائح اور امثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لیے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں اور منطق الطیر کی روایتیں ان حکایات و روایات میں اگرچہ قائل کا کلام بظاہر نفس الامر کی

حکایت ہے مگر سامع کو غلط فہمی میں ڈالنا مقصد نہیں ہے کہ سب جانتے ہیں وعظ و نصیحت کے لیے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود ہے ان سب کے باوجود انعدام مصداق تو پایا گیا بایں وجہ قرآن کریم کو اساطیر الاولین کہنا کفر ہے۔

درجہ ۴۔ ہر قسم کی ایسی حکایت جس کی واقع میں کوئی اصل نہیں اس کے قصدا بیان سے کلی طور پر اجتناب کرے۔ اگرچہ سہو وخطا کے طور پر خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو۔ یہ رتبہ صرف اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵۔ اللہ عزوجل سہواً اوحطاً بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "إِنَّ اللهَ تَعَالٰی یَكْرَهُ فَوْقَ سَمَائِهِ أَنْ يُّخْطَأَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ فِي الْأَرْضِ". رواه الطبراني في المعجم الكبير و الحارث في مسنده و ابن شاهين في السنة عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه و سلم.

درجہ ٦۔ اللہ تعالی کی طرف سے وہ معصوم اور معجزات سے تائید یافتہ ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر نفس ذات کو دیکھتے ہوئے امکان ذاتی ہو یہ مرتبہ حضرات انبیا و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷۔ صدق کا انتہائی اعلی درجہ یہ ہے کہ کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ اور جلالت عظیمہ بالذات امکان کی نافی اور منافی ہو اور اس کی شان عزت کے سامنے کذب سے مخلوط کلام بھی محال عقلی ہو یہ صدق کا سب سے اعلی درجہ ہے جس سے مافوق متصور نہیں۔ اب آیت کریمہ پر غور کریں ارشاد ہے تیرے رب کا صدق وعدل اعلی درجۂ منتہی پر ہے تو واجب ہوا کہ جس طرح اس سے ظلم وخلاف عدل کا صدور باجماع اہلِ سنت محال عقلی ہے یونہی صدور کذب اور خلاف صدق بھی عقلاً ممتنع ہو ورنہ صدق الہی غایت ونہایت کو نہیں پہنچے گا بلکہ اس کے اوپر ایک اور درجہ پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور نصوص قرآنی کے خلاف ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ عزّوجل سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ (تلخیص فتاوی رضویہ،

ج:٦،ص:٢٢٩،٢٣٠)۔واللہ تعالی اعلم

کتبہ محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقہ بالجامعة الأشرفية مبارك فور

٢٧ من شوال ١٤٢٩ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ٢٧ر شوال ١٤٢٩ھ

خواب میں اللہ عزوجل کا دیدار ممکن ہے یا نہیں؟

مسئلہ: خواب میں اللہ عزوجل کا دیدار ممکن ہے یا نہیں؟ اس باب میں فقہاے کرام کا کیا اختلاف ہے سب کو ذکر کیجیے اور راجح موقف کی تعیین بھی کیجے۔

الجواب: اس مسئلہ میں فقہا اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے، فقہا اور متکلمین کے ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ خواب میں رویت باری تعالی ممکن نہیں؛ اس لیے کہ خواب میں جو رویت ہوگی وہ حاسۂ بصری کے ساتھ ہو نہیں سکتی ورنہ وہ خواب خواب ہی نہ رہے گا تو اب رویت کی صرف ایک ہی صورت رہ گئی کہ وہ تصورات مثالیہ یا تمثلات خیالیہ کے واسطے سے ہو یعنی کسی مناسب مثال یا خیال کے واسطے سے ہو اور یہ محال ہے کہ ذات باری تعالی متصور ہو یا اس کی کوئی مثال ہو۔ یہ موقف حضرت امام ابو منصور ماتریدی اور دیگر مشائخ سمرقند کا ہے۔

اس کے برخلاف جمہور فقہا و متکلمین کے نزدیک خواب میں دیدار الٰہی ممکن ہے مگر یہ رویت ایسی نہیں جس میں رائی اور مرئی کسی جہت اور مقابل میں ہوں بلکہ کیفیت، جہت اور ہیئت کے بغیر ہوگی۔ نیز کثیر اسلاف کرام سے اس مقام پر یہ بھی منقول ہے کہ یہ رویت، رویت بالعین نہیں بلکہ رویت بالقلب ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے خواب میں سو بار اللہ عزوجل کا دیدار کیا۔ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں حق سبحانہ وتعالی کا دیدار کیا۔ اور امام حمزہ کوفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے خواب میں اللہ عزوجل کے حضور پورے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی۔ امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ المعتقد المنتقد

میں ہے: ”و أما رؤ ياه سبحانه في المنام فأبو منصور الماتر يدي و مشائخ سمرقند قالوا لايجوز و بالغوا في إنكار ذٰلك لأن ما يرى في الرؤ ية خيال و مثال و الله تعالى منزه عن ذٰلك. و جائزة عند الجمهور لأنها نوع مشاهدة بالقلب و لا استحالة فيه، و واقعة كما حكيت عن كثير من السلف منهم أبو حنيفة و أحمد بن حنبل رضي الله تعالى عنهما. اھ. ()اسی میں ہے:وذكر القاضي الإجماع على أن رؤ يته تعالى مناما جائزة و إن كان بو صف لايليق به تعالى. (المعتقد المنتقد،ص:۵۸، باب الالٰھیات) شرح فقہ اکبر میں حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں: رؤ ية الله سبحانه و تعالى في المنام فالأكثرون على جوازهامن غير كيفية و جهة و هيئة في هٰذا المرام، فقد نقل أن الإمام أباحنيفة قال: رأيت رب العِزّة في المنام تسعا و تسعين مرة، ثم رأٰه مرة أخرى تمام المائة و نقل عن الإمام أحمد رضي الله عنه أنه قال: رأيت رب العزة في المنام فقلت يا ربّ! بم يتقرب المتقر بون إليك؟ قال: بكلامي يا أحمد. قلت: يا رب! بفهم أو بغير فهم الخ. و قد ورد عنه عليه الصلوة و السلام أنه قال رأيت ربي في المنام و قد روي عن كثير من السلف في هٰذا المقام و هو نوع مشاهدة يكون بالقلب للكرام فلا وجه للمنع عن هٰذا المرام. اھ. (ص:۲۱۶،مسئلۃ فی الکلام علی رویۃٍ فی المنام،مطبع بیروت) محمد بن عبدالعزیز فرہاری صاحب نبراس ”وأما الرؤیۃفی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف“ کے تحت فرماتے ہیں: فعن الإمام الأعظم أنه رأٰى مائة مرّة و قال محمد بن سيرين التابعي إمام المعبرين من رأٰى الله سبحانه في المنام دخل الجنة و تخلص عن الغموم و عن الإمام أحمد قال: رأيت الله سبحانه في المنام فسألته عن أفضل العبادات، فقال: تلاوة القرأٰن، و عن حمزة القاري أنه قرأ القرأٰن في منامه على الله سبحانه من

أوله إلى أخره. اھ. (النبر اس،ص:۱۶۹، ۱۷۰، الکلام في رؤیۃ الباري سبحانہ) مذہب راجح یہی ہے کہ خواب میں دیدار الٰہی ممکن ہے مگر یہ رویت بالعین نہیں کہ استحالہ لازم آئے بلکہ یہ رویت دل سے مشاہدہ کرنے کی طرح ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی اپنی شرح میں فرماتے ہیں: "ولا خفاء في أنها نوع مشاهدة يكون بالقلب دون العين. اھ." (شرح العقائد،ص:۹۲،مطبوع مجلس برکات مبارکفور)۔ واللہ تعالی اعلم

کتبہ محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۹؍شوال ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی یکم ذوقعدہ ۱۴۲۹ھ

قضا (تقدیر) کی اقسام واحکام

مسئلہ: قضا کی اقسام واحکام دلیل کے ساتھ لکھیے۔

الجواب: قضا کی تین قسمیں ہیں۔اول: مبرم حقیقی کہ علم الٰہی میں کسی شئ پر معلق نہیں، دوم معلّق محض کہ صحف ملائکہ میں کسی شئ پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرمادیا گیا ہے، سوم: معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔

تینوں قسموں کے احکام علی الترتیب یہ ہیں: (۱) مبرم حقیقی میں تبدیل وتغییر ناممکن ہے، اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقا اس بارے میں عرض کرتے ہیں تو انھیں اس خیال سے واپس کر دیا جاتا ہے مثلا: قوم لوط پر جب عذاب الٰہی نازل ہونے والا تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے اس عذاب کے ٹلنے کی دعا فرمارہے تھے ارشاد ہے: يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ۔ وہ ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔(پ ۱۲، ہود ۷۴) تو رب تعالی نے انھیں اس خیال سے روک دیا۔ ارشاد ہے: يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۔ اے ابراہیم اس خیال میں نہ پڑ بے شک تیرے رب کا حکم آچکا اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے کہ پھیر

انہ جائے گا۔(سورہ ہود:٧٦)

(۲) قضاے معلق محض اس تک اکثر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اوران کی دعا ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے۔(۳)قضاے معلق شبیہ بہ مبرم اس میں بھی تبدیلی ممکن ہے یہاں تک خاص اکابر اولیا کی رسائی ہوتی ہے اور صحف ملائکہ کے اعتبار سے اسے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں۔اسی کے بارے میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: میں قضاے مبرم کوٹال دیتا ہوں۔اورحدیث شریف میں فرمایا گیا:اَكْثِرْ مِنَ الدُّعَاءِ فَاِنَّ الدُّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ. أخرجه أبو الشيخ في كتاب الثواب عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه. اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ اور ابن عساکر نے غیر بن اوس اشعری سے مرسلا روایت کیا ہے اور ان دونوں نے حضور ﷺ سے قال:الدُّعَاءُ جُنْدٌ مِنْ أَجْنَادِ اللهِ مُجَنِّدٌ يَرُدُّ الْقَضَاءَ بَعْدَ أَنْ يُّبْرَمَ. (المعتمد المستند،ص:۵۴)

المعتقد المنتقد میں علامہ فضل رسول بدایونی رحمہ اللہ نے قضا کی دوقسمیں فرمائیں مبرم اور معلق پھر معلق میں دوقسموں کوشمار فرمایا۔فرماتے ہیں: و القضاء على ضربين مبرم و معلق فالأول لايتغير، و الثاني يمكن تغيره و منه ما عناه سلطان العارفين سيدي عبد القادر الجيلاني قدس سره الرباني بقوله في القضية "إنما الرجل من يتعرض للقضاء فيرده" إذ المعلق قد يغيره الله بلاواسطة. فلا بدع أن يرده بها إكراما لأوليائه و منه ما قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لايرد القضاء إلا الدعاء و نحوه كذا في الكنز. اه. (ص:۵۴،باب الالھیات)

علامہ شاہ امام احمد رضا قدس سرہ نے اس مقام پر بہت ہی قیمتی افادہ فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:احکام الہیہ تشریعیہ کی جس طرح دوقسمیں ہیں،اول وہ احکام جو وقت کی قید سے خالی ہوں یعنی مطلق ہوں جیسے عام احکام شرعیہ۔دوم وہ جو وقت سے مقید ہوں

کقولہ تعالیٰ: فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا ۔ (النساء۱۵، پ۴) پھر جب زنا کی حد نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا رواہ مسلم و غیرہ عن عبادۃ رضي اللہ عنہ. پھر مطلق ہی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علم الہی میں مؤبد ہو دوم وہ جو علم الہی میں مقید ہو اسی آخری قسم پر نسخ واقع ہوتا ہے تو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ حکم بدل گیا حالاں کہ وہ علم الہی میں کسی وقت کے ساتھ مقید ہے۔ كذٰلك الأحكام التكوينية سواء بسواء فمقيد صراحة كان يقال لملك الموت عليه الصلوة و السلام اقبض روح فلان في الوقت الفلاني إلا أن يدعو فلان، و مطلق نافذ في علم الله تعالى و هو المبرم حقيقة. و مصروف بدعاء مثلا. و هو المعلق الشبيه بالمبرم. فيكون مبرما في ظنّ الخلق لعدم الإشارة إلى التقييد، معلقا في الواقع. فالمراد في الحديث الشريف هو هٰذا. أما المبرم الحقيقي فلا راد لقضائه و لا معقب لحكمه. اهـ. (المعتمد المستند بناء نجاۃ الأبد، ص: ۵۴، ۵۵، مطبع رضا اکاڈمی ممبائی)۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۴/ذوالقعدۃ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۸/ذوقعدہ ۱۴۲۹ھ

قرآن حکیم کا نسخ قرآن حکیم سے جائز ہے، اس کی وضاحت

مسئلہ: قرآن حکیم کا نسخ قرآن حکیم سے جائز ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب: قرآن حکیم کا نسخ قرآن حکیم سے جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض احکام کسی خاص وقت تک کے لیے ہوتے ہیں مگر یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ یہ حکم فلاں وقت تک کے لیے ہے جب میعاد پوری ہو جاتی ہے تو دوسرا حکم نازل ہوتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے

کہ وہ پہلا حکم اٹھا دیا گیا اور حقیقۃ دیکھا جائے تو اس کے وقت کا ختم ہوجانا بتایا گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ دوسرا حکم آنے سے پہلا حکم باطل ہوگیا۔ تو یہ ہمارے حق میں بظاہر حکم کا تبدیل ہوجانا معلوم ہوتا ہے مگر صاحب شریعت کے حق میں یہ بیان محض ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے: "النسخ في اللغة التبديل و في الشريعة عبارة عن انتهاء الحكم الشرعي المطلق الذي كان في تقر ير أوهامنا استمر اره فهو تبديل في حقنا و بيان محض في حق صاحب الشرع" (ص:١٦، ١٧، مسئلۃ نسخ القراٰن) تفسیر خازن میں ہے: "و أصل النسخ في اللغة يكون بمعنى النقل و التحو يل و منه نسخ الكتاب و هو أن ينقل من كتاب إلى كتاب اٰخر. اھ." اسی تفسیر خازن میں ہے: "و يكون النسخ بمعنى الرفع والإزالة وهو إزالة شئ يعقبه كنسخ الشمس الظل و الشيب الشباب فعلى هٰذا يكون بعض القراٰن منسوخا و بعضه ناسخا وهو المراد من حكم هٰذه الاٰية و هو إزالة الحكم بحكم يعقبه. وهو في اصطلاح العلماء عبارة عن رفع الحكم الشرعي بدليل شرعي متأخر عنه. اھ. (١٠٦/البقرۃ ٢، ج:١، ص:٦٨، مطبع بیروت ١٩٩٥)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں: "النسخ في اللغة عبارة عن التبديل و الرفع والإزالة، يقال نسخت الشمس الظل إزالته. وفي الشريعة هو بيان انتهاء الحكم الشرعي في حق صاحب الشرع وكان انتهاءه عندالله تعالى معلوما إلا أن في علمنا كان استمراره و دوامه و بالناسخ علمنا انتهاءه وكان في حقنا تبديلا وتغييرا. اھ. نسخ لغت میں تبدیل کرنے اور اُٹھا دینے مٹا دینے کا نام ہے کہا جاتا ہے کہ سورج نے سایہ کو مٹا دیا۔ اور اصطلاح شرع میں نسخ حکم شرعی کی انتہا کا بیان ہوتا ہے صاحب شرع کے حق میں۔ اور اس کی انتہا اللہ عزوجل کے نزدیک معلوم ہوتی ہے مگر ہمارے علم میں اس کا دوام ہوتا ہے اور ناسخ کے ذریعہ ہمیں اس

کی انتہا کا علم ہوتا ہے تو یہ ہمارے حق میں تبدیل وتغییر ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۱)۔ و اللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۱۱/من ذي القعدة ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۹/ذوقعدہ ۱۴۲۹ھ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص

مسئلہ: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص تحریر کیجیے۔

الجواب: حضور خاتم پیغمبراں رحمت ہر دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے وہ کثیر ہیں۔ بعض دنیوی ہیں اور بعض اخروی۔ ان میں سے چند خصائص تحریر کیے جاتے ہیں۔ ''اوّل المسلمین ہونا'' اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا: وہ سب سے پہلے مسلم اور اپنے رب کے مطیع ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا اور کسی کو والی بناؤں وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔ (الانعام ۷/۱۴) ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ (الانعام ۷/۱۶۳، ۱۶۴)

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر میں علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

اولیت یا تو اس اعتبار سے ہے کہ انبیا کا اسلام ان کی امت پر مقدم ہوتا ہے، یا اس اعتبار سے کہ سید عالم ﷺ اوّل مخلوقات ہیں تو ضرور اول المسلمین ہوئے۔ اھ۔ (کنز الایمان، ص:۲۱۷)

(۲) ''خاتم النبیین ہونا'' ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ محمد تم، مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب سے آخری نبی ہیں۔ (الاحزاب ۲۲/۴۰)

(۳) عموم رسالت: حضور ﷺ سے قبل جتنے انبیاے کرام تشریف لائے ان سب کی بعثت کسی خاص جگہ خاص ملک اور مخصوص قبائل کے لیے ہوئی کسی کی بعثت و رسالت تمام انسانوں کے لیے عام نہ ہوئی صرف ہمارے آقا ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ آپ کی رسالت تمام فرد بشر کے لیے عام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا'' اور تمھیں ہم نے سارے انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ (السبا، آیت:۲۸) سرور عالم ﷺ کی رسالت تمام مخلوقات کو عام اور شامل ہے خواہ انسان ہو یا جنات، ملائکہ ہوں یا حیوانات و جمادات راجح قول یہی ہے کہ آپ ملائکہ کے بھی رسول ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ''أرسلت إلى الخلق كافة'' میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔ اور مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ عیہ رقمطراز ہیں: وقد ورد في صحيح مسلم وغيره: وأرسلت إلى الخلق كافة. و فسروه بالإنس و الجن. اھ. پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: قلت: و الحاصل أن كلام الأصوليين يرجع إلى قولين: الأول: أنه أرسل إلى الملائكة. و الثاني: لم يرسل إليهم. و الذي صححه السبكي و غيره أنه أرسل إليهم و زاد البارزي رحمه الله أنه أرسل إلى الحيوانات و الجمادات و الشجر و الحجر ذكره الجلال السيوطي في أوائل كتاب ''الخصائص'' و نقل فيها أيضا عن السبكي أنه كان يقول:

إن محمدا صلى الله عليه و سلم نبي الأنبياء فهو كالسلطان الأعظم و جميع الأنبياء كأمراء العساكر و لو أدركه جميع الأنبياء لوجب عليهم اتباعه إذ هو مبعوث إلى جميع الخلق من لدن آدم إلى قيام الساعة. اھ.

(الیواقیت و الجواھر فی بیان عقائد الأکابر، الجزء الثانی، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، المبحث السادس والثلاثون)

مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں: قال قال: رسول الله صلى الله عليه و سلم أُعْطِيتُ خمسا لم يعطهن أحد قبلي كان كل نبي يبعث إلى قومه خاصة و بعثت إلى كل أحمر و أسود الخ.

(ج:۱،ص:۱۹۹، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ)

(۴) اگلی امتوں اور ان کے نبیوں کے لیے مال غنیمت حلال نہ تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کے صدقے میں آپ کی اُمت کے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے "فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلًا طَيِّبًا". تو کھاؤ اس میں سے جو نعمت تمھیں ملی حلال پاکیزہ۔ (الانفال ۱۰/۶۹)

صحیح مسلم میں ہے: وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَ لَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِيْ اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا حالاں کہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔ (مرجع سابق)

ان کے علاوہ اور بھی دیگر خصائص آپ کو عطا کیے گئے مثلا آپ کے لیے تمام روے زمین مسجد بنادی گئی اور اس کی مٹی پاک کردی گئی۔ آپ کو جامعیت کلام عطا کیا گیا جس کے مختصر الفاظ میں ایک جہان معنی پوشیدہ ہے اور بہت سے حقائق ونکات سمو دیئے گئے ہیں۔ رعب سے آپ کی مدد کی گئی کہ آپ کا دشمن ایک مہینے کی مسافت کی دوری سے آپ سے خائف و مبہوت ہوجاتا روے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا کی گئیں وغیرہا۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وجعلت لي الأرض طيبة طهورا و مسجدا. فأيُّما رجلٍ

أدركته الصلوةُ صلى حيث كان و نصرت بالرعب بين يدي مسيرة شهر وأعطيتُ الشفاعة. اھ. عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال فضلت على الأنبياء بست أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب وأحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض طهورا ومسجدا وأرسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبيون. اھ. وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم بعثت بجوامع الكلم و نصرت بالرعب و بينا أنا نائم أتيت بمفاتيح خزائن الأرض فَوُضِعَتْ في يدي قال أبوهريرة فذهب رسول الله صلى الله عليه و سلم و أنتم تنتثلونها. اھ. (الصحیح لمسلم،ص:۱۹۹، کتاب المساجد) دیگر خصائص جاننے کے لیے مطالعہ کریں: انموذج اللبیب، خصائص کبری ۲ جلدوں میں، تجلی الیقین۔ و اللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۱۴/من ذي القعدة ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱۹/ ذوقعدہ ۱۴۲۹ھ

طہارت کا لغوی اور شرعی معنی

مسئلہ: طہارت کا لغوی وشرعی معنی کیا ہے؟

الجواب: طہارت کا لغوی معنی نجاست اور میل سے پاکی حاصل کرنا ہے، المعجم الوسیط میں ہے طهر طُهْرًا و طهارة نقى من النجاسة و الدنس. (ص:۵۶۸)

اصطلاحِ شرع میں طہارت ایسی صفت کا نام ہے جو حدث یا خبث کو زائل کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور جس سے نماز کا تعلق ہوتا ہے۔ عنایہ علی ھامش فتح القدیر میں ہے: وفي الاصطلاح عبارة عن صفة تحصل لمزيل الحدث أو الخبث عما تتعلق به الصلوة. اھ. (۱/ ۹ کتاب الطہارۃ)

بدائع الصنائع کتاب الطہارت میں ہے: و أما تفسيرها: فالطهارة لغة و شرعا هي النظافة و التطهير و التنظيف و هو إثبات النظافة في المحل و إنها صفة تحدث ساعة فساعة و إنما يمتنع حدوثها بوجود ضدها و هو القذر، فإذا زال القذر وامتنع حدوثه بإزالة العين القذرة تحدث النظافة. اهـ. (ج:اول،ص:۶۵، کتاب الطہارۃ)

درِمختار میں اس کی تعریف یوں ہے طہارت کا لغوی معنیٰ ''طا'' کے فتحہ اورضمہ کے ساتھ نظافت ہے اورشرعی معنیٰ حدث یا خبث سے پاکی حاصل کرنا۔علامہ حصکفی فرماتے ہیں: الطهارة مصدر طهر بالفتح و يضم بمعنى النظافة لغة و شرعا: النظافة عن حدث أو خبث.

علامہ ابن عابدین شامی طہارت کی لغوی تعریف کے تحت لکھتے ہیں:

قوله و الطهارة'' أي بفتح الطاء مصدر و أما بكسرها فهي الآلة و بضمها فضل ما يتطهر به كذا في البحر و النهر و في القهستاني أنها بالضم اسم لما يتطهر به من الماء تأمل. قوله بالفتح'' أي فتح الهاء. قوله و يضم أي و كذا يكسر و الفتح أفصح قهستاني، قوله بمعنى النظافة أي عن الأدناس حسية كالأنجاس أو معنوية كالعيوب و الذنوب فقيل الثاني مجاز و قيل حقيقة و قد استعملت فيهما، إذ الحدث دنس حكمي و النجاسة الحقيقية دنس حقيقي و زوالهما طهارة نهر. اهـ.

اورشرعی تعریف کے تحت رقمطراز ہیں:

شمل طهارة ما لا تعلق له بالصلوة كالآنية و الأطعمة و أراد بالخبث ما يعم المعنوي كما مرّ. اهـ. (ردالمحتار، ج:اول،ص:۶۲، کتاب الطہارۃ)۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۸/من ذي القعدة۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۱/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

کیا انبیا کی طرف ذنب بمعنی گناہ کی نسبت کر سکتے ہیں؟ احادیث میں جہاں نبیوں کے لیے ذنب کا لفظ استعمال ہوا اس کا معنی کیا ہے؟

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ زید دیوبندی عالم ہے، اس نے عیدالفطر کے موقع پر عیدگاہ میں پورے مجمع کے سامنے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ کہا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیا ہے آپ کو رونے کی ضرورت نہیں، شریعت کی روشنی میں زید اور اس کی حمایت کر کے عیدگاہ میں تقریر کروانے والوں پر کیا حکم ہے؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتیان

نوجوانانِ اہلسنت وجماعت انجمن محلہ، بیرور تعلق کروڑ، ضلع چکمنگلور، کرناٹک

الجواب: زید کی بیان کردہ حدیث راقم سطور کی نظر سے نہیں گذری۔ فی الواقع حدیث شریف میں اگر ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ زید نے بیان کیا تو وہاں ذنب کا لفظ آیا ہوگا۔ جس کا ترجمہ اردو زبان میں اس دیوبندی عالم نے گناہ کیا۔ اور اس سے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انبیاے کرام کا دامن بھی گناہوں سے محفوظ نہیں العیاذ باللہ۔

اس پر عرض یہ ہے کہ حدیث مذکور میں ذنب بمعنی گناہ ہرگز مراد نہیں، اسی طرح وہ آیات واحادیث جن میں انبیاے کرام کے لیے ذنب کا لفظ آیا ہے وہاں ذنب بمعنی گناہ ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ ایسے مقامات میں خلاف اولی یا ترک افضل پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے جس سے زَلّت مراد ہے، کبھی وہ امر جو امتی کے حق میں مباح ہوتا ہے اگر نبی سے اس کا صدور ہوتا ہے تو انھیں اللہ تعالی تنبیہ فرماتا ہے اور وہ فورا متنبہ ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے

فقہاے کرام فرماتے ہیں حسنات الأبرار سیأت المقربین. اچھوں کے نیک کام بھی مقربین بارگاہ الٰہی کے حق میں سیأت ہیں۔ (الیواقیت والجواہر،ص:۲۳۲،بیان عصمت انبیا)

انبیاے کرام کی طرف ذنب بمعنی گناہ کی نسبت کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے تنزیہ واجب ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قال أئمة الأصول: الأنبياء عليهم الصلوة و السلام كلهم معصومون لايصدر عنهم ذنب ولو صغيرة سهوا، ولايجوز عليهم الخطأ في دين الله قطعا وفاقا للأستاذ أبي إسحق الأسفرائيني و أبي الفتح الشهرستاني و القاضي عياض والشيخ تقي الدين السبكي وغيرهم. اھ. (الیواقیت والجواہر ۲۳۱/۱)

شیخ ابوطاہر قزوینی سراج العقول کے پینتسویں باب میں فرماتے ہیں:

يجب تنزيه الأنبياء عليهم الصلوة و السلام عن كل ما يتبادر إلى أفهامنا من ذكر خطاياهم فإن خطاياهم لا ذوق لنا فيها. اھ. و قال الشيخ العارف بالله الجامع بين الطريقين سيدي عبدالعزيز الدريني رضي الله عنه: لايجوز قطعا نسبة الأنبياء عليهم الصلوة و السلام إلى الذنوب على حد ما نتعقله نحن و إنما سماها الله تعالى في حقهم معصية و خطيئة و ذٰلك لأن مقامهم الأرفع لا ذوق لولي فيه و لو ارتفعت درجته فضلا عن غيره من أمثالنا و ذٰلك لأنهم معصومون من الوقوع في ذنوبنا و غاية خطاياهم إنما هو مثل نظره إلى مباح أو لفظة رائحتها رعونة و مكروه و باطنها علم و صلاح. اھ. (الیواقیت و الجواہر، ج:۱، ص:۲۳۲) رہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرنا جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تو یہ گناہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ مقامات رفیعہ میں مزید ترقی کے لیے تھا بلکہ آپ کا استغفار کرنا آپ کے گنہگار امتیوں کے لیے تھا۔ جیسا کہ امام جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کے تعلق سے فرماتے ہیں حدیث شریف یہ ہے: إنه لَيُغَانُّ عَلٰى قَلْبِيْ

فأَسْتَغْفِرُ اللهَ تَعالى في اليوم و الليلة أكثر من سبعين مرّة. میرے قلب پر القا کیا جاتا ہے تو روز وشب میں اللہ تعالی سے میں ستر سے زائد بار استغفار کرتا ہوں۔ إن المراد أنه ليغان على قلبي مما اطلعت عليه مما يقع لأمتي بعدي من المخالافات فأستغفر الله لهم أكثر من سبعين مرّة انتهى. (الیواقیت، ۱/ ۲۳۱)

اسی طرح ان آیات میں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ذنب سے خطاب ہے وہاں اہلِ بیت کرام اور مومنین کے گناہ مراد ہیں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر کے تحت فرماتے ہیں: المسئلة الثانية: لم يكن للنبي صلى الله عليه و سلم ذنب فماذا يغفر له؟ قلنا: الجواب عنه قد تقدم مرارا من وجوه أحدها المراد ذنب المؤمنين ثانيها المراد ترك الأفضل.

(ج: ۱۴، حصہ: ۲۸، ص: ۶۸، مطبع بیروت)

جمہور اہلسنت کے نزدیک انبیاے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کبائر سے معصوم ہیں عمداً ہوں یا سہواً رہے وہ صغائر جو باعث نفرت نہیں سہوا وخطأ ان کا صدور ممکن ہے اور بعض اہلسنت نے ان کا سہوا بھی انکار کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ افعال میں سہو جائز ہے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

قال ابن الهمام: و المختار أي عند الجمهور أهل السنة العصمة عنها أي عن الكبائر لا الصغائر غير المنفرة خطأ أو سهوا، و من أهل السنة من منع السهو أيضا و الأصح جواز السهو في الأفعال و الحاصل أن أحدا من أهل السنة لم يجوز ارتكاب المنهي منهم عن قصد المعصية قصدًا، و لكن بطريق السهو و النسيان و يسمى ذٰلك زَلّة. اه.

(شرح الفقه الأكبر القول في عصمة الأنبياء، ص: ١٠٤، مكتبة المدينة، باكستان)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ

کی تفسیر میں فرمایا: "لتقصير الشكر على ما أنعم الله عليك وعلى أصحابك" یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لیے استغفار فرمایئے۔ کہاں کمی اور کہاں غفلت نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃ غیر متناہی بالفعل ہیں۔ کما حققه المفتي ابن السعود في إرشاد العقل السليم. قال الله عزوجل: وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوْهَا. اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے ؎

از دست وزباں کہ برآید — کز عہدۂ شکرش بدر آید

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں۔ بلکہ لازمۂ بشریت ہے، نعمائے الٰہیہ ہروقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصا ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔ اھ (فتاوی رضویہ، ج:۱۱، ص:۱۰۹، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی مذکورہ بالا تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاے کرام کی طرف ذنب بمعنی گناہ کی نسبت جائز نہیں، انبیاے کرام سے فرد بشر ہونے کی حیثیت سے کھانے پینے سونے وغیرہ میں جو مشغولیت ہوئی اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہیں مگر اصل عبادت سے ایک درجہ کم رہی اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

حدیث مذکور کا صحیح ترجمہ یہ ہے اللہ تعالی نے آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیے ہیں۔

دیوبندی اپنے عقائد فاسدہ خبیثہ اور کفریہ کے سبب دائرۂ اسلام سے خارج اور بے دین ہیں ان لوگوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیز کلمات کہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیں جن کے سبب علمائے حرمین طیبین نے ان کے خلاف کفر کا

فتوی صادر فرمایا۔ اس لیے ایسے لوگوں کو اپنی محفل میں دعوت دینا ان سے تقریریں کروانا سخت ناجائز اور موجب گناہ ہے، جن لوگوں نے ایسے شخص کو دعوت دی یا ان کی حمایت کی ان سب پر توبہ واستغفار لازم ہے کہ ان کو دعوت دینے اور تقریر کروانے میں اس بدمذہب کی تعظیم لازم آتی ہے اور حدیث شریف میں حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام“ (مشکوۃ المصابیح) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بدمذہب کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایتوں میں ہے: ”قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم إياكم و إياهم لايُضِلُّونَكم و لا يُفْتِنُوْنَكُمْ إن مَرِضُوْا فَلا تَعُوْدُوهم وإن ماتوا فلا تشْهَدُوْاهم وإن لقِيتُمُوهم فلا تُسلِّمُوْا عَلَيْهِمْ ولا تُجَالِسُوْهُمْ ولا تُشَارِبوهم ولا توْاكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم. اھ.

ترجمہ: سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدمذہب سے دور رہو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔ ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۹/ذوالقعدة ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۱/۱۲/۱۴۲۹ھ

شب معراج حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح کا پائے اقدس کے نیچے گردن رکھنا

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، زید غیر عالم ہے اور تقریر کرتا ہے اس نے ایک مرتبہ اپنی تقریر میں بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سدرۃ المنتہی سے چلے تو غوث پاک کی روح آئی اور اس پر سوار ہو کر اللہ کی بارگاہ میں پہنچے اور اللہ تعالی سے مصافحہ اور معانقہ کیا گلے ملے اور دلیل میں اعلی حضرت کا شعر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اعلی حضرت نے اللہ ورسول کے گلے ملنے کی بات کہی ہے۔ اور وہ شعر یہ ہے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے

عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

جواب طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو واقعہ بیان کیا، کیا وہ صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں تو زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا زید کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے اور زید کا تقریر کرنا درست ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔ المستفتی محمد ضیاء الحق، بجرڈیہہ، بنارس

الجواب: زید نہ عالم ہے نہ علما کی باتیں سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے نہ ہی کفریات سے بخوبی واقف تو اسے تقریر کرنا جائز نہیں۔ اسے اس سے روک دیا جائے۔

زید نے دو باتیں کہیں، (۱) ایک شب معراج حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی روح پر سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی سواری۔ (۲) دوسری بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالی سے مصافحہ کرنا، اور گلے ملنا ہم دونوں کا حکم الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

(۱) یہ واقعہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت غوث پاک کی روح پر سواری کی، کتب حدیث میں مذکور نہیں، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع بھی نہ ہو۔ اس کی اصل بعض مشائخ عظام کے کلمات میں مذکور ہے اس میں عقلی وشرعی کوئی استحالہ نہیں۔ بلکہ احادیث و اقوال اولیا وعلما میں متعدد بندگان خدا کے لیے ایسا حضور روحانی وارد ہے جیسا کہ سیدنا اعلی

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی درج ذیل تصریحات سے عیاں ہے آپ فرماتے ہیں:

''رہا شب معراج میں روح پرفتوح حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا حاضر ہوکر پائے اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیچے گردن رکھنا، اور وقت رکوبِ براق یا صعود عرش زینہ بننا، شرعاً وعقلاً اس میں بھی کوئی استحالہ نہیں، سدرۃ المنتہی اگر منتہائے عروج ہے تو باعتبار اجسام نہ بنظر ارواح۔ عروج روحانی ہزاروں اکابر اولیا کو عرش، بلکہ مافوق العرش تک ثابت و واقع جس کا انکار نہ کرے گا مگر علوم اولیا کا منکر۔ بلکہ باوضو سونے والے کے لیے حدیث میں وارد کہ اس کی روح عرش تک بلند کی جاتی ہے۔'' (فتاوی کرامات غوثیہ، ص:۴۲)

پھر کچھ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں: مسلم اپنی صحیح اور ابوداؤد طیالسی، مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری اور عبد بن حمید بسند حسن انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''دخلت الجنة فسمعت خَشَفَةً فقلت: ما هذه، قالوا: هٰذا بلال، ثم دخلت الجنة فسمعت خشفة فقلت ما هٰذه؟ قالوا: هٰذه الغميصاء بنت ملحان''

میں جب جنت میں داخل ہوا تو ایک پہچل (آہٹ) سنی میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ملائکہ نے عرض کی: یہ بلال ہیں۔ پھر تشریف لے گیا، پہچل سنی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا غمیصا بنت ملحان یعنی ام سلیم۔ مادر انس رضی اللہ عنہما۔

''امام احمد، ابویعلی بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس اور طبرانی کبیر اور ابن عدی کامل بسند حسن ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: دخلتُ الجنة فسمعت في جانبها وَجَسًا فقلت يا جبرئيل ما هٰذا قال: هٰذا بلال المؤذن. میں شب معراج جنت میں تشریف لے گیا۔ اس کے گوشہ میں ایک آواز نرم سنی۔ پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کی: یہ بلال مؤذن ہیں رضی اللہ تعالی

عنہ۔‘‘(فتاوی کرامات غوثیہ،ص:۴۲، ۴۳، ۴۴،ملتقطا،سن تصنیف ۱۳۱۰ھ)

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

’’جب معراج میں اتنے لوگوں کی ارواح کا حاضر ہونا احادیث و اقوال علما و اولیا سے ثابت ہے تو روح اقدس حضور پرنور غوث الاصفیا رضی اللہ تعالی عنہ کی حاضری کیا جاے تعجب وانکار ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں حاضر نہ ہونا ہی محل استعجاب ہے۔اک ذرا انصاف و اندازہ قدر قادریت درکار ہے۔‘‘(مرجع سابق،ص:۳۱،۳۲)

اب ہم وہ روایت نقل کر رہے ہیں جس میں غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس مراد لینا جائز و درست ہے۔امام ابوبکر ابن ابی الدنیا ابوالمخارق سے مرسلا روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’مررت ليلة أسري بي برجل مغيب نور العرش قلت: من هٰذا؟ أ ملك؟ قيل: لا، قلت: أ نبي، قيل: لا، قلت: من هذا؟ قال: هٰذا رجل كان في الدنيا لسانه رطب من ذكر الله تعالى و قلبه معلق بالمساجد و لم يستسب لوالديه قط الخ. اھ. (مرجع سابق،بحوالہ کتاب المعراج،ص:۹)

یعنی شبِ اسریٰ میرا گزر ایک مرد پر ہوا کہ عرش کے نور میں غائب تھا۔ میں نے فرمایا: یہ کون ہے؟ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب دیا گیا: نہ۔فرمایا: نبی ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں، میں نے عرض کیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: یہ ایک مرد ہے کہ دنیا میں اس کی زبان یاد الٰہی سے تر تھی، اور دل مسجدوں سے لگا ہوا تھا۔اس نے کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر کبھی اپنے ماں باپ کو برا نہ کہلوایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت رقمطراز ہیں:

ثم اقول و باللہ التوفیق: کیوں راہ دور سے مقصد قرب نشان دیجیے۔فیض قادریت جوش پر ہے۔ بحر حدیث سے خاص گوہر مراد حاصل کیجیے۔(فتاوی کرامات غوثیہ،ص:۴۶)

بعض روایات سے تعیین ہوتی ہے کہ وہ مرد خاص حضور غوث پاک تھے رضی اللہ

تعالی عنہ۔ تفصیل کے لیے فتاوی کرامات غوثیہ مطالعہ کیجیے۔

(۲) زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی سے مصافحہ کیا اور گلے ملے یہ محض جہالت پر مبنی ہے بلکہ اس طرح قول کفر ہے کہ معاذ اللہ تعالی اس قول سے اللہ عز وجل کے لیے ہاتھ اور گلے کا ثبوت ہوتا ہے جو کہ جسم ہے اور اللہ تعالی کی ذات جسم وجسمانیات سے پاک اور منزہ ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے "و إن" أنكر بعض ما علم من الدين ضرورة (كفر بها) كقوله: إن الله تعالى جسم كالأجسام. اھ.

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے "و كذا لو لم يقل كالأجسام، و أما لو قال: لا كالأجسام فلايكفر لأنه ليس فيه إلا إطلاق لفظ الجسم الموهم للنقص فرفعه بقوله: لا، كالأجسام فلم يبق إلا مجرد الإطلاق و ذلك معصية اھ. (ج:۲،ص:۳۰،۳۱،باب الامامۃ)

فتاوی ہندیہ میں ہے:يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به. اھ.

اسی میں ہے:"يكفر بإثبات المكان لله تعالى فلو قال: از خدا هيچ مكان خالى نيست يكفر. اھ. و يكفر بقوله: الله تعالى جلس للإنصاف أو قام له بوصفه الله تعالى بالفوق والتحت كذا في البحر الرائق. اھ.

(ج:۲،ص:۲۵۸،باب أحكام المرتدين)

اور حدائق بخشش کے شعر سے استدلال کج فہمی سے ناشی ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے وصل وفرقت کے گلے ملنے کی بات کی ہے نہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رب کا معاذ اللہ "گلے ملنا" کہا ہے۔ "کثیر احادیث حسان سے یہ ثابت ہے کہ اللہ عز وجل نے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اشیا سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا، علامہ احمد بن محمد قسطلانی امام عبد الرزاق بن ہمام سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی۔ قال: قلت يا رسول الله، بأبي أنت و

أمي ، أخبرني عن أول شئ خلقه الله تعالى قبل الأشياء. قال: يا جابر، إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث شاء الله تعالى، و لم يكن في ذلك الوقت لوح و لا قلم و لا جنة و لا نار و لا ملك و لاسماء و لا أرض و لا شمس و لا قمر و لا جني و لا إنسي إلى أخره. (المواھب اللدنیۃ،ج:۱،ص:۷۱، ۷۲،برکات رضا گجرات)

ان کے علاوہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ حلبی نے السیر ہ الحلبیۃ ج:۱، ص:۵۰ اور عجلونی نے کشف الخفا میں اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: إن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: کنتُ نُورا بين يدَي رَبِّي قَبْلَ خَلْقِ أدم بأربعة عشر ألف عام. (المواھب اللدنیۃ، ۱/ ۷۴، ۷۵)

ان حدیثوں سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ تمام اشیا سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہوئی دوم وہ نور قدرت الہیہ کو جہاں منظور ہوا وہاں سیر کرتا رہا حضرت علی کی روایت سے مزید وضاحت ہوگئی کہ وہ نور اپنے رب کے قرب خاص میں رہا۔تو جب تک وہ نور اللہ عزوجل کے قرب خاص میں رہا اس حالت کو وصل سے بیان فرمایا اور جب پیکر بشری میں آپ کا ظہور ہوا تو وہ وصل جدائی میں بدل گیا جس کو فرقت سے بیان فرمایا۔اور شب معراج جب مقام عزت میں بلایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قرب خاص عروج حسی کے ساتھ حاصل ہوا اس کو وصل وفرقت کے اتصال سے بیان فرمایا۔جنم سے مراد یہاں پیدائش نہیں ہے بلکہ طویل مدت ہے،اور گلے ملنے سے باہم خوشی ومسرت کا کنایہ کیا گیا ہے۔

الغرض یہاں اللہ عزوجل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلے ملنا کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا۔شعر میں ''وصل وفرقت'' کا ''گلے ملنا'' کہا گیا ہے اور وصل وفرقت سے مراد وہ مفہوم ہے جو ابھی بیان ہوا۔

زید نے نادانی میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے شعر کا مطلب غلط سمجھا اور اسی بنا پر وہ

بات کہی جس کا ظاہر کفر ہے اس لیے اس کی تکفیر تو نہ کی جائے گی تاہم اس پر فرض ہے کہ علانیہ اس غلط بات سے براءت کا اظہار کرے اعلان کرے کہ وہ اللہ عزوجل کو جسم سے پاک ومنزہ جانتا ہے اور توبہ کرے۔

رہ گیا امامت کا مسئلہ تو اگر وہ بطور مذکور تائب ہوگا ساتھ ہی جامع شرائط امامت ہے تو اسے امام بنا سکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۵/ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۸/محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

طہارت کے وجوب کے شرائط

مسئلہ: طہارت کے وجوب کے شرائط کیا ہیں؟

الجواب: طہارت کے وجوب کے مندرجہ ذیل نو (۹) شرائط ہیں: (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) بقدر کفایت پاک پانی یا پاک مٹی میسر ہونا (۵) پانی کے استعمال پر قادر ہونا (۶) حیض کا نہ ہونا (۷) نفاس کا نہ ہونا (۸) حدث (۹) نماز کے وقت کا تنگ ہوجانا۔

بحر الرائق میں ہے: ”و أما شرائطها فذكر العلامة الحلبي في شرح المنية المصلي أنه لم يطّلع عليها صريحة في كلام الأصحاب و إنما تؤخذ من كلامهم و هي تنقسم إلى شروط وجوب و شروط صحة. فالأولى تسعة: الإسلام و العقل و البلوغ و وجود الماء المطلق الطهور الكافي و القدرة على استعماله، و الحدث و عدم الحيض و عدم النفاس و تنجيز خطاب المكلف كضيق الوقت. اهـ. (ج:۱،ص:۲۳، کتاب الطھارۃ)

درمختار میں ہے: ”شرائط وجوبها تسعة، و شرائط صحتها أربعة، و

نظمها شيخ شيخنا العلامة علي المقدسي شارح نظم الكنز فقال:

شرطُ الوجوب العقلُ و الإسلامُ   و قدرة ماء و الاحتلامُ

وحَدَثٌ ونفيُ حيض وعَدَمُ   نفاسِهَا وضيقُ وقتٍ قَدْ هَجَمُ

ان میں سے آخری شرط وقت کا تنگ ہوجانا یہ وجوب ادا کی شرط ہے اور اس سے ماقبل کی تمام شرطیں اصل وجوب کی شرطیں ہیں۔ علامہ شامی "شرط الوجوب العقل" کے تحت فرماتے ہیں:

شرط الوجوب مفرد مضاف فيعم، و هو مبتدأ خبره العقل الخ. (قوله: العقل الخ) فلا تجب على مجنون ولا على كافر بناء على المشهور من أن الكفار غير مخاطبين بالعبادات ولا على عاجز عن استعمال المطهر، ولا على فاقد الماء أي والتراب، ولا على صبيّ، ولا على متطهر، ولا على حائض، ولا على نفساء، ولا مع سعة الوقت، وهٰذا الأخير شرط لوجوب الأداء وما قبله لأصل الوجوب. (رد المحتار على الدر المختار، ج:١، ص:١٩٣، كتاب الطهارة). و الله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

الثالث والعشرون من ذي الحجة ١٤٢٩ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

پانی کثیر ہو تو وضو نا جائز اور قلیل ہو تو جائز، اس کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ: پانی کثیر ہو تو وضو نا جائز اور قلیل ہو تو جائز اس کی کیا صورت ہے؟

الجواب: ایسا حوض یا کنواں جو اوپر سے تنگ اور نیچے سے کشادہ ہو یعنی بالائی حصہ دہ در دہ سے کم اور زیریں حصہ دہ در دہ ہو اگر ایسا حوض یا کنواں بھرا ہوا ہو اور اس میں نجاست پڑ جائے تو ناپاک ہوجائے گا اور وضو کرنا جائز نہ ہوگا، اور جب پانی گھٹ جائے اور دہ در دہ ہوجائے تو پاک ہوجائے گا اور اس سے وضو جائز ہوگا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: "و إن كان

أعلى الحوض أقل من عشر في عشر وأسفله عشر في عشر أو أكثر فوقعت نجاسة في أعلى الحوض وحكم بنجاسة الأعلى ثم انتقص الماء و انتهى إلى موضع هو عشر في عشر فالأصح أنّه يجوز التوضأ به و الاغتسال فيه. اھ." (ج:۱،ص:۱۹، کتاب الطھارۃ)

الاشباہ والنظائر میں ہے:"أي ماء كثير لايجوز الوضوء به و إن نقص جاز، فقل: هو ماء حوض أعلاه ضيق و أسفله عشر في عشر. اھ. (ص:۲۶۴، الفن الرابع الألغاز)۔ واللہ تعالی اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۳/من ذي الحجة ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

وہ کون سا پانی ہے جس سے وضو جائز ہے مگر پینا جائز نہیں؟

مسئلہ: وہ کون سا پانی ہے جس سے وضو جائز ہے مگر اسے پینا نا جائز ہے؟

الجواب: پانی کے جانور مثلا مچھلی، مینڈک اور کیکڑا وغیرہ کوئی پانی میں مرجائے اور پھول پھٹ کر اس کے اجزا ریزہ ریزہ ہوجائیں تو اس سے وضو جائز ہے مگر پینا جائز نہیں، اس لیے کہ پانی کے ساتھ اس مردہ جانور کے اجزا بھی اندر آسکتے ہیں اور اس کا کھانا جائز نہیں۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:"وموت ما يعيش في الماء فيه لايفسده كالسمك و الضفدع و السرطان........ و يستوي الجواب بين المتفسخ و غيره إلا أنّه يكره شرب الماء لأنه لايخلو عن أجزائه وهو غير مأكول. اھ." (ص:۲۴، ج:۱) الاشباہ و النظائر کے فن الغاز میں ہے:"أي ماء طهور يجوز الوضوء به و لايجوز شربه؟ فقل: ماء مات فيه ضفدع بحري و تفتت. اھ." (ص:۲۶۴، کتاب الطھارۃ)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:"وفي السغناقي عن محمد رحمه الله أن

الضفدع إذا تفتت في الماء كره شربه لا لنجاسة لكن لأن أجزاء الضفدع في الماء والضفدع غير مأكول كذا في المبسوط وكذا كل غير مأكول اللحم إذا مات في الماء وتفسخ فإنه يكره شربه و أكله ذكره في شرح الطحاوي. اهـ." واللہ تعالیٰ اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۳/ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

سب سے افضل پانی کون ہے؟

مسئلہ: سب سے افضل پانی کون ہے؟

الجواب: سب سے افضل پانی وہ ہے جو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انگشتہاے مبارک سے نکلا یا ظاہر ہوا۔ اشباہ و نظائر کے فن الغاز میں ہے: "ما أفضل المياه؟ فقل: ماء نبع من أصابعه صلى الله عليه و آله و سلم. اهـ." (ص: ۲۶۲، کتاب الطہارۃ)۔ مزید مطالعہ کریں فتاویٰ رضویہ جلد اوّل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۳/ ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

گوشت کی پتیلی میں پرندہ گر کر مرگیا تو گوشت کا کیا حکم ہے؟ نیز اسے پاک کرنے کا طریقہ

مسئلہ: گوشت کی پتیلی میں پرندہ گر کر مرگیا تو گوشت کا کیا حکم ہے؟ وہ کب قابل تطہیر ہے کب نہیں اور تطہیر کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب: گوشت کی پتیلی میں پرندہ گرکر مرگیا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ وہ پرندہ گوشت پکنے سے پہلے بالکل جوش کی حالت میں گرا اور مرگیا ایسی صورت میں وہ گوشت کھانا حرام ہے، اور اگر ایسے وقت میں گرا کہ گوشت پک کر پرسکون ہو چکا تھا تو اس گوشت کو کھایا جا سکتا ہے جب کہ مردہ پرندہ نکال کر پھینک دیا جائے اور گوشت کو تین بار الگ الگ پانیوں سے دھوکر شوربا پھینک دیا جائے۔ اگر پرندہ ہانڈی میں جوش آنے سے قبل گرا تو وہ گوشت قابل تطہیر نہیں بلکہ شوربا اور گوشت دونوں پھینک دیے جائیں گے۔ اس کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پاک پانی سے تین بار جوش دیا جائے گا اور ہر بار نیا پانی لیا جائے گا۔ علامہ شیخ سید احمد بن محمد حموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قوله الثالثة: طير سقط في قدر على النار الخ قال في الخلاصة: امرأة تطبخ قدرا فطار الطير فوقع في القدر، ومات في ذلك لا تؤكل الميتة بالإجماع. وأما اللحم إن وقع في حالة الغليان لايؤكل، وإن سكن ثم وقع فيه يؤكل. قال رضي الله عنه هكذا في كتاب رزين لكن هٰذا على قياس قول محمد، أما على قول أبي يوسف يغلى اللحم بالماء الطاهر ثلاثا كل مرة بماء جديد فيطهر. اھ.

اشباہ ونظائر میں ہے: ''الثالثة: طير سقط في قدر على النار و به لحم و مرق هل يؤكلان أم لا؟ فقال: يؤكل، فخطأه فقال لايؤكل: فخطأه، ثم قال إن كان اللحم مطبوخا قبل سقوط الطير يغسل ثلاثا. و يؤكل في المرقة و إلا يرمى الكل. اھ. (ص:۳۶۱، الفن السابع کتاب الطھارۃ) والله تعالىٰ اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي
المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور
الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۲۴/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

مرد کے پیشاب کے راستے میں دوا ڈالی گئی، اُس میں سے کچھ باہر آ گئی تو وضوٹوٹا یا نہیں؟

مسئلہ: مرد کے پیشاب کے راستے میں دوا ڈالی گئی اس میں سے کچھ باہر آ گئی وضو رہا یا نہیں؟

الجواب: مرد کے پیشاب کے راستے میں دوا ڈالی گئی اس میں سے کچھ دوا باہر آ گئی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ فتاوی ہندیہ میں ہے: ”إذا أقطر في إحليله ثم خرج لا ينقض كما في الصوم كذا في الظهيرية. اھ“ (ج:١، ص:١٠، الفصل الخامس في نواقض الوضوء)

ردالمحتار میں ہے: ”أي لو خرجت القطنة من الإحليل رطبة انتقض لخروج النجاسة و إن قلت و إن لم تكن رطبة أي ليس بها أثر النجاسة أصلا فلا نقض كما لو أقطر الدهن في إحليله فعاد.... (ج:١، ص:١١٠، مطلب في نواقض الوضوء). والله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي
المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور
۲۵/ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۳۰/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

ٹیسٹ کے لیے خون نکلوانے سے وضوٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ: ٹیسٹ کے لیے خون نکلوانے سے وضوٹوٹے گا یا نہیں؟

الجواب: ٹیسٹ کے لیے خون نکلوانے سے وضوٹوٹ جائے گا؛ اس لیے کہ خون اتنی مقدار میں ضرور نکالا جاتا ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے تو بہنے لگے اور ایسے مقام تک پہنچ جائے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”القراد إذا مصّ عضو إنسان فامتلأ دما إن كان صغيرا لا ينقض وضوءه كما لو مصت الذباب

والبَعوض، وإن كان كبيرًا ينقض، وكذا العلقة إذا مصت عضو إنسان حتى امتلأت من دمه انتقض وضوءه كذا في محيط السرخسي. اهـ. (ج:۱، ص:۱۱، الفصل الأول في نواقض الوضوء)

ترجمہ: چچڑی جب کسی انسان کا کوئی عضو چوس لے اور خون سے پُر ہو جائے اگر وہ چھوٹا ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، جیسے مکھی، مچھر کا چوسنا ناقض وضو نہیں۔ اور اگر وہ بڑا ہے تو ٹوٹ جائے گا، ایسے ہی جونک جب انسان کا کوئی عضو چوس لے یہاں تک کہ خون سے بھر جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، ایسا ہی محیط سرخسی میں ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے: (وكذا ينقضه علقة مصت عضوا و امتلأت من الدم و مثلها القراد إن) كان (كبيرًا) لأنه حينئذ (يخرج منه دم مسفوح) سائل "و إلا" تكن العلقة و القراد كذلك (لا) ينقض (كبعوض و ذباب) كما في الخانية لعدم الدم المسفوح. اهـ. (ج:۱، ص:۱۰۳، كتاب الطهارة). والله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۸/ذوالحجۃ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ۳۰/۱۲/۱۴۲۹ھ

پھوڑے کی بے جان کھال پر وضو کرلیا پھر وہ کھال الگ ہوگئی تو کیا زندہ کھال پر پانی بہانا فرض ہے؟

مسئلہ: پھوڑے کی بے جان کھال پر وضو کرلیا بعد میں وہ کھال الگ ہوگئی تو کیا زندہ کھال پر پانی بہانا فرض ہے؟

الجواب: پھوڑے کی بے جان کھال پر وضو کرلیا بعد میں وہ الگ ہوگئی تو زندہ کھال پر پانی بہانا فرض نہیں بلکہ وہی پہلی بار کا پانی بہانا کافی ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: ”و لو کان به جدری ارتفع قشرها و جوانبها متصلة و لم يصل الماء إلى ما تحت القشرة لا بأس به فلو زالت القشرة لايعيد الغسل كذا في الظهيرية. اه. (ج:١، ص:١٣، الباب الثاني في الغسل)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ”وإذا كان على بعض وضوئه قرحة نحو الدمل و شبهه وعليه جلدة دقيقة و توضأ و أمرّ الماء على الجلدة ثم نزع الجلدة هل يلزمه غسل ما تحت الجلدة؟ قال: إن نزع الجلدة بعد ما برأ بحيث لم يتألم بذٰلك فعليه أن يغسل ذلك الموضع. و إن نزع قبل البرأ بحيث يتألم بذلك إن خرج منها شئ و سال نقض الوضوء، و إن لم يخرج لايلزمه غسل ذٰلك الموضع، و الأشبه أن لايلزمه الغسل في الوجهين جميعا و في الغياثية: وهو المأخوذ. اه. (ج:١، ص:٧١، كتاب الطهارة).
و الله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي
المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور
٢٨ من ذي الحجة ١٤٢٩ھ
الجواب صحیح۔ محمد نظام الدین رضوی ٣٠/ ١٢/ ١٤٢٩ھ

علاج کے لیے انجکشن لگوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ: علاج کے لیے انجکشن لگوانے سے وضو ٹوٹ جائے گا یا باقی رہے گا؟
الجواب: علاج کے لیے انجکشن لگوانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا؛ اس لیے کہ وضو ٹوٹ جانے میں خون کا نکلنا شرط ہے کسی چیز کا داخل ہونا نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: ”و الحاصل أن الصوم يبطل بالدخول و الوضوء بالخروج.“ (ج:١، ص:٢٨٢، کتاب الطھارۃ، چھوٹی سائز)

ہاں انجکشن چبھونے سے اگر خون نکل کر بہہ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔تنویر الابصار و درمختار میں ہے:"(و ينقضه خروج) كل خارج (نجس) بالفتح و الكسر (منه) أي من المتوضئ الحيّ معتادا أو لا، من السبيلين أو لا (إلى ما يطهر) بالبناء للمفعول: أي يلحقه حكم التطهير. اهـ. (ج:۱،ص:۲۶۰، ۲۶۱،کتاب الطهارة)۔و الله تعالى اعلم

کتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

۲۹/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح۔محمد نظام الدین رضوی ۳۰/ ۱۲/ ۱۴۲۹ھ

مزدلفہ کا وقوف کسی عذر کی وجہ سے فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ: مزدلفہ کا وقوف کسی عذر کی وجہ سے فوت ہو گیا تو کیا کرے؟

الجواب: دسویں ذوالحجہ کی صبح کو مزدلفہ کا وقوف کسی عذر کے سبب فوت ہو گیا تو کوئی کفارہ نہیں مثلا کمزور شخص یا عورت ازدحام کے خوف سے وقوف ترک کر دے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:"(ثم وقف) بمزدلفة و وقته من طلوع الفجر إلى طلوع الشمس مارًا كما في عرفة، لكن لو تركه بعذر كزحمة بمزدلفة لا شيئ عليه. اهـ.

علامہ شامی "کزحمۃ" کے تحت رقم فرماتے ہیں:عبارة اللباب: إلا إذا كان لعلة أو ضعف، أو يكون امرأة تخاف الزحام فلاشيئ عليه. اهـ. لكن قال في البحر: و لم يقيد في المحيط خوف الزحام بالمرأة بل أطلقه فشمل الرجل. اهـ. (ردالمحتار، ج:۳،ص:۵۲۹،کتاب الحج،مطبوعہ بیروت)

بدائع الصنائع میں ہے:و أما حكم فواته عن وقته أنه إن كان لعذر فلاشيئ عليه لما روي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قدم ضعفة

أهله ولم يأمرهم بالكفارة وإن كان فواته لغير عذر فعليه دم لأنه ترك الواجب من غير عذر و إنه يوجب الكفارة. و الله عز و جل أعلم. اهـ. (الجزء الثاني، ص:٢٠٦، كتاب الحج). و الله تعالى اعلم

كتبه محمد رضا القادري المصباحي

المتخصص في الفقه بالجامعة الأشرفية مبارك فور

حج کے فرائض وواجبات کتنے ہیں؟

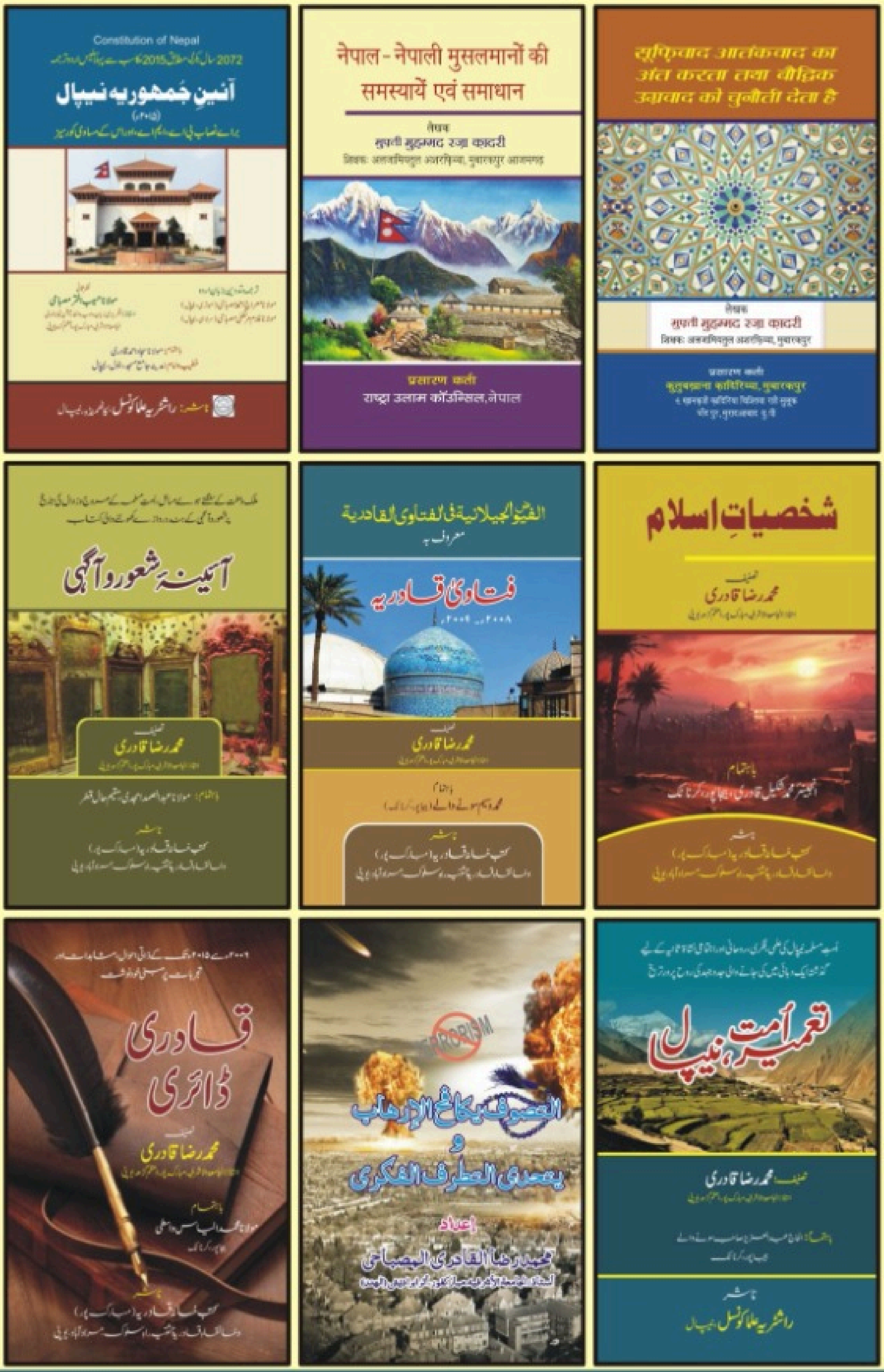
مسئلہ: حج کے کل کتنے فرائض و واجبات ہیں؟

الجواب: حج کے کل فرائض تین ہیں: (۱) احرام (۲) وقوف عرفہ (۳) طواف زیارت۔ اخیر کے دونوں رکن ہیں اور احرام ابتداء شرط اور انتہاء رکن کے حکم میں ہے۔

اور حج کے واجبات ۲۷ اور بعض فقہا کے قول پر ۳۵ ہیں۔ یہ واجبات مندرجہ ذیل ہیں: (۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) صفا و مروہ کے درمیان سعی (۳) صفا و مروہ کے درمیان سعی کو صفا پہاڑی سے شروع کرنا (۴) عذر نہ ہو تو سعی میں پاؤں سے چلنا (۵) وقوف عرفہ کو غروب آفتاب تک دراز کرنا اگر دن میں وقوف کیا (٦) وقوف میں رات کا کچھ جز آجانا (۷) عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی جب تک امام وہاں سے نہ نکلے یہ بھی نہ چلے (۸) وقوف مزدلفہ (۹) مغرب وعشا کی نماز کا وقتِ عشا میں مزدلفہ میں آکر پڑھنا (۱۰) رمی جمار یعنی تینوں جمروں پر دسویں، گیارہویں اور بارہویں تینوں دن کنکریاں مارنا (۱۱) جمرہ عقبہ کی رمی پہلے دن حلق سے پہلے ہونا (۱۲) ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا (۱۳) سر منڈانا یا بال کترانا (۱۴) اور اس کا ایام نحر اور (۱۵) حرم شریف میں ہونا اگر چہ منٰی میں نہ ہو (۱٦) قران اور تمتع والے کو قربانی کرنا (۱۷) قربانی کا حرم اور ایام نحر میں ہونا (۱۸) طوافِ افاضہ کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا (۱۹) طواف حطیم کے باہر سے ہونا (۲۰) دائیں جانب سے طواف کرنا (۲۱) عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے گھسٹتے ہوئے طواف کرنے کی نذر مانی جب بھی پاؤں سے چلنا لازم ہے

سوائے طواف نفل کے (۲۲) طواف کرنے میں نجاست حکمیہ سے پاک ہونا یعنی جنب و بے وضو نہ ہونا (۲۳) طواف کرتے وقت ستر چھپانا (۲۴) طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا (۲۵) کنکریاں پھینکنے اور ذبح اور سر منڈانے اور طواف میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں پھینکے پھر غیر مُفرِد قربانی کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے (۲۶) الوداعی طواف آفاقی غیر حائض کے لیے (۲۷) وقوف عرفہ کے بعد سر مُنڈانے تک جماع نہ ہونا۔

Fatawa Quadriya
(March 2021)



Kutub Khana Quadriya (Mubarakpur)

wa Khanqah-e-Qadriya Chishtiya Raahe Sulook, Muradabad, U.P.



التصوف يكافح الإرهاب
و
يتحدى التطرف الفكري

إعداد

محمد رضا القادري المصباحي

أستاذ: الجامعة الأشرفية، مباركفور، أترابراديش (الهند)

۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۵ء تک کے ذاتی احوال، مشاہدات اور
تجربات پر مبنی خودنوشت

قادری ڈائری

تصنیف

محمد رضا قادری

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

باہتمام

مولانا محمد الیاس واسطی

بیجاپور، کرناٹک

ناشر

کتب خانہ قادریہ (مبارک پور)

وخانقاہِ قادریہ چشتیہ راہِ سلوک، مرادآباد، یوپی

Quadri Diary

Mohd Raza Quadri

March 2021

گرامی وقار محمد رضا قادری کی نئی کتاب 'قادری ڈائری' کا مسودہ میرے سامنے ہے۔ اسے پڑھ کر راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ کتاب کئی اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے۔ ڈائری لکھنے کا آغاز 5 مئی 2006ء سے کیا گیا۔ اس وقت آپ باغ فردوس، ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ میں طالب علم تھے۔ آخری تحریر 21/جولائی 2015ء کو لکھی گئی۔ چنانچہ 'ڈائری' کے توسط سے قلم کار کے 2006ء سے 2015ء تک کے ارتقائی سفر کو بہ آسانی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ یہیں سے 'ڈائری' لکھنے کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ نوجوان قلم کار مولانا قادری کی یہ 'ڈائری' ایک طرف نو واردوں کے لئے عظیم تحفہ ہے تو دوسری طرف نئی نسل کے قلم کاروں کے لئے ایک مشعل راہ بھی ہے۔ ڈائری میں موضوع کے تنوع کو دیکھ کر ایسا محسوس نہیں ہوتا ہے کہ دوران طالب علمی اس کا آغاز کیا گیا تھا۔ اس سے قلم کار کی بصیرت اور گوناگوں صلاحیتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ 'غبار خاطر' اور 'خطبات آزاد' کے مطالعے کو ڈائری کا حصہ بنا کر رضا قادری نے وسعت ظرفی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ایک قلم کار کی یہ خوبیوں میں شامل ہے کہ وہ ہر طرح کے تعصبات سے بالاتر ہو کر اپنی تخلیقات قارئین کے درمیان پیش کرے۔ اس سے تحریر کی افادیت کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ اس ڈائری میں مختلف عنوانوں کے تحت سیکڑوں اہم امور کا احاطہ کیا گیا ہے؛ جن کی بنیاد پر یہ کتاب تاریخی دستاویز ہونے کا احساس کراتی ہے۔ اس ڈائری میں اکیسویں صدی کی پہلی دہائی کے نصف آخر اور دوسری دہائی کے نصف اول کے بہت سے اہم مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ رپوتاژ کی ہیئت، ادب کی چاشنی، اسلامیات کی روشنی، ذاتی تجربات کی آمیزش، اکابر کے افکار و نظریات کی فراوانی اور ہم عصروں کی گوناگوں روداد نے اس ڈائری کی افادیت کو دو آتشہ کر دیا ہے۔ اس سے تحریر میں آپ بیتی کی بجائے جگ بیتی کا احساس ہوتا ہے۔ یہ علامت اس امر کی ہے کہ صاحب قلم حد پرواز سے بھی آگے قدم بڑھاتے رہنے کو اپنی منزل تصور کرتے ہیں۔

ڈاکٹر افضل مصباحی

اسسٹنٹ پروفیسر، اردو

ایم ایم وی، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی، اتر پردیش، بھارت

15/مارچ 2021

Kutub Khana Quadriya (Mubarakpur)

wa Khanqah-e-Qadriya Chishtiya Raahe Sulook, Muradabad, U.P.

اُمتِ مسلمہ نیپال کی علمی، فکری، روحانی اور اجتماعی نشاۃ ثانیہ کے لیے
گذشتہ ایک دہائی میں کی جانے والی جدوجہد کی روح پرور تاریخ



تعمیرِ اُمت، نیپال

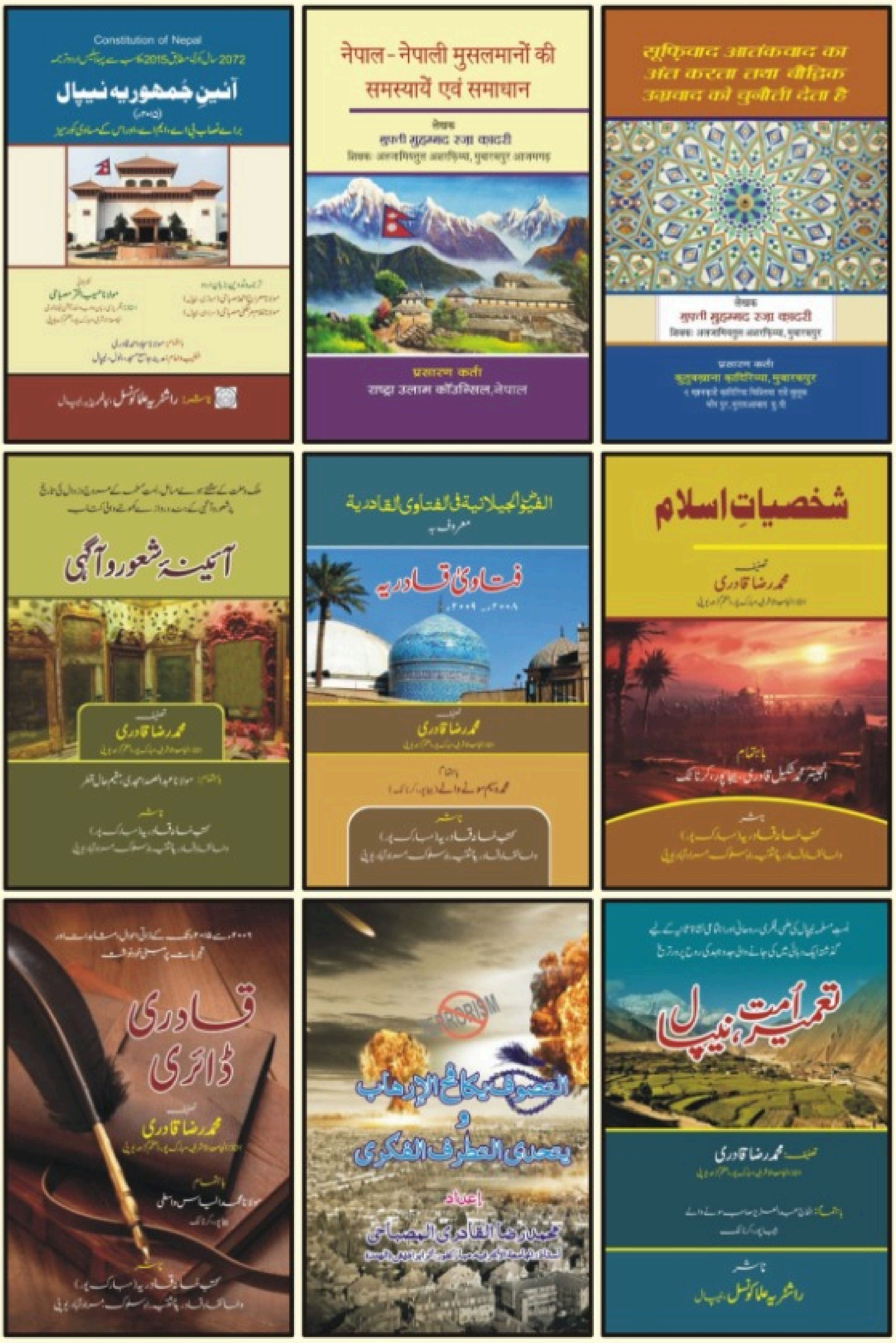
تصنیف: محمد رضا قادری

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

باہتمام: الحاج عبد العزیز صاحب سونے والے
بیجاپور، کرناٹک

ناشر: راشٹریہ علما کونسل، کاٹھمنڈو، نیپال

Tameer-e -Ummat, Nepal
(March 2021)



RASHTRIYA ULAMA COUNCIL, NEPAL
Kirtipur, 2- Maitri Nagar, Kalanki, Kathmandu, Nepal
Mob. No. 9802078692 / 9846964587

حركة راه سلوك العالمية
تعريف وأهداف

حركة راه سلوك العالمية حركة روحانية صوفية دعوية رفاهية غير سياسية لأهل السنة والجماعة أنشأها الداعية الكبير فضيلة الشيخ الصوفي **محمد ظهير عالم القادري الجشتي البركاتي** في قرية چاند فور، مديرية مراد آباد، أترابراديش (الهند) في سنة ٢٠١١م.

تهدف هذه الحركة إلى تربية المجتمع البشري على نمط إسلامي وتزكية النفوس وتصفية القلوب عن طريق التصوف، وإحياء أنظمة الزوايا على أسس متينة ومناهج صحيحة وفتح المدارس الأهلية (العربية والإنجليزية) وكليات الطب و الهندسة والزراعة والجامعات لتعليم البنين والبنات وإقامة المساجد وتأسيس الخانقات ومراكز للتربية الروحانية في الهند وخارجها والمستشفيات الطبية والروحانية. والآن تقوم بالأعمال فيما يلي من الأقسام:

١) كنز الإيمان في ثقافة القرآن (المجلس العلمي) يكفل تسع مدارس في شتى الولايات.

٢) مؤسسة قرض حسنة (مجلس الفلاح - البنك الاسلامي).

٣) راه سلوك شركة تجارية أهلية.

٤) قسم الطب والزراعة (F.Q. Pharmacy).

٥) جمعية الأئمة لأهل السنة لعموم الهند.

٦) المكتبة المكية (قسم النشر والطباعة).

٧) مكتبة الإمام أحمد رضا.

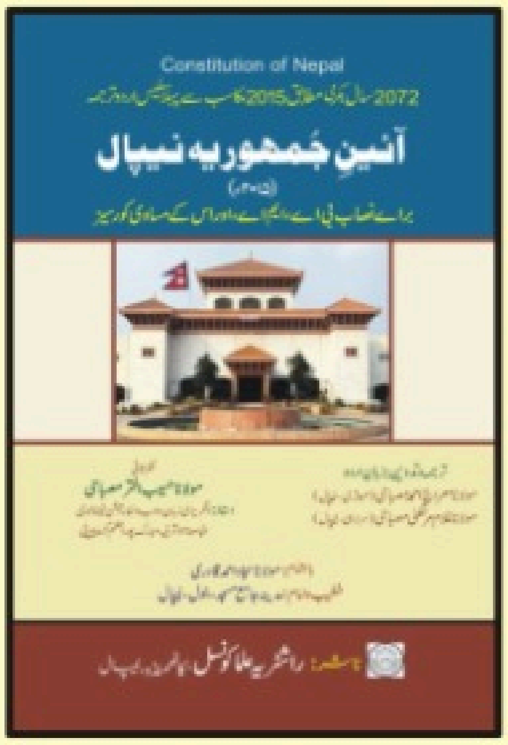
٨) دار الإفتا للإمام الأعظم.

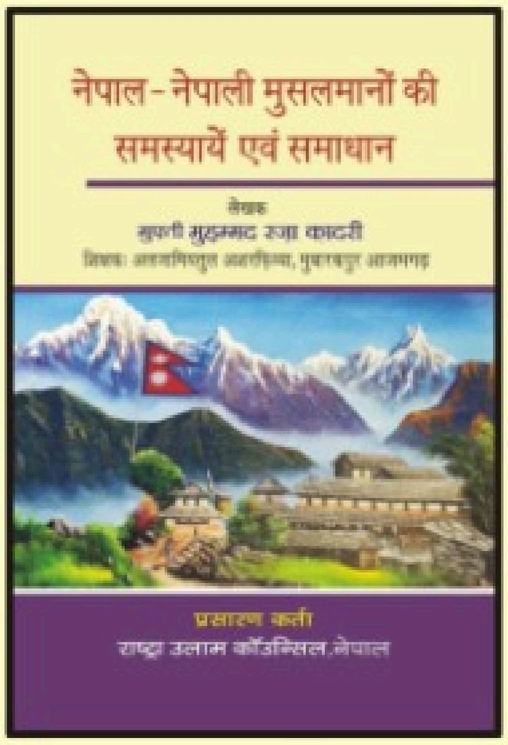
نلتمس المسلمين أن يساهموا في هذه الأعمال الخيرية والرفاهية ويتعاونوا على الصلاح والفلاح والبر والتقوى.

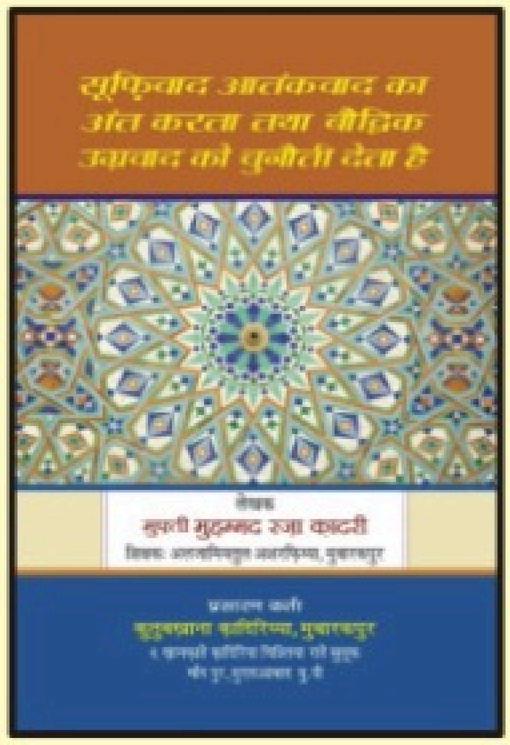
website : www.rahesulook.net
email : quransociety2013@gmail.com

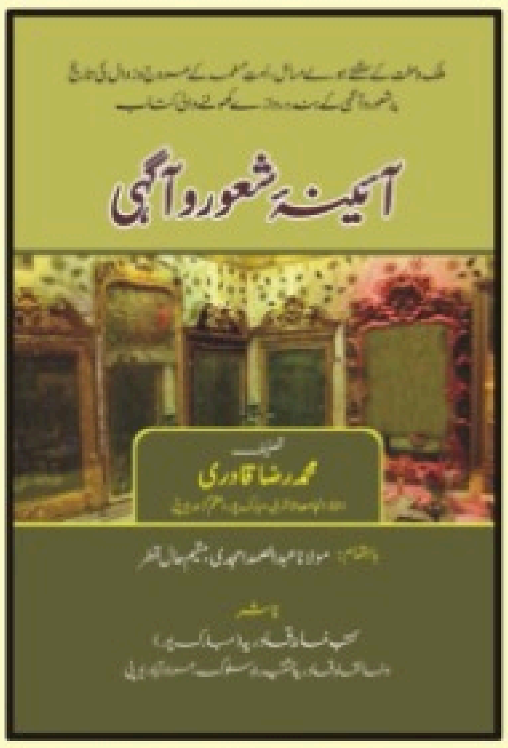
Nepal, Nepali Musalmanon ki Samasyaein aeon Samadhan

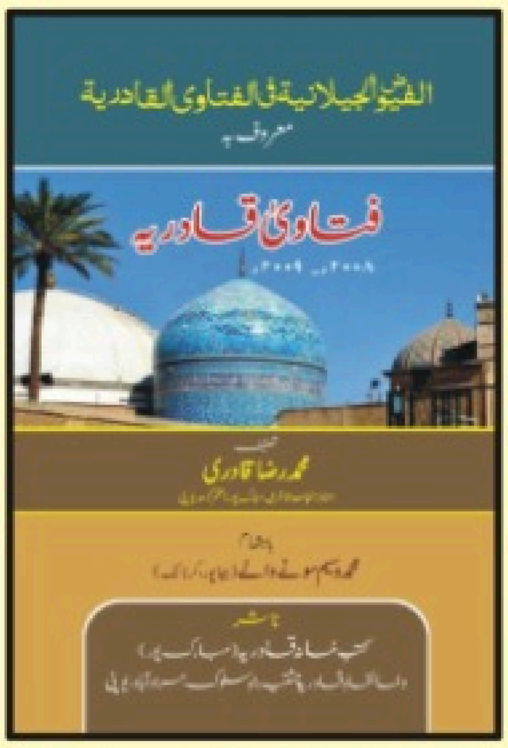
(March 2021)

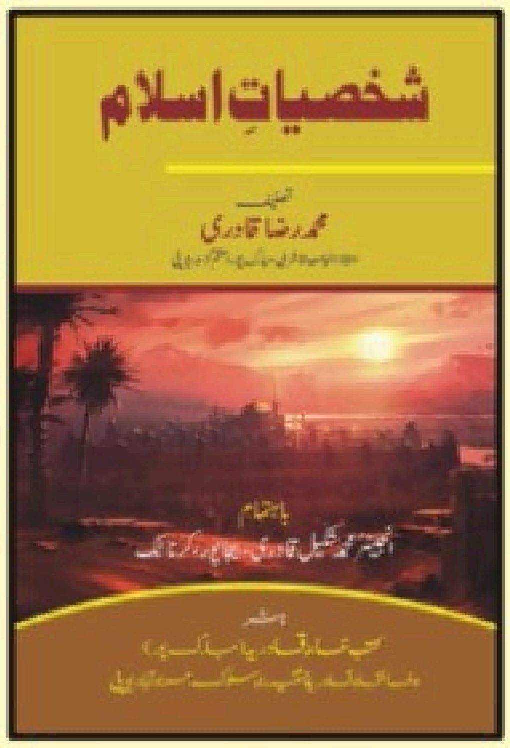


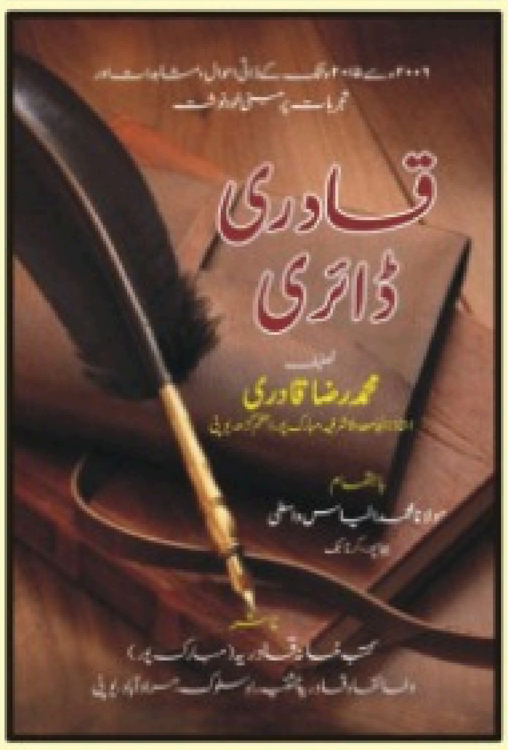


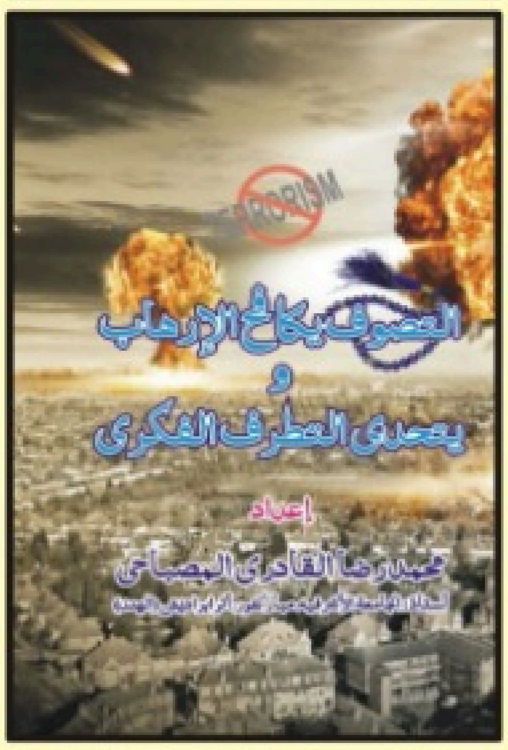


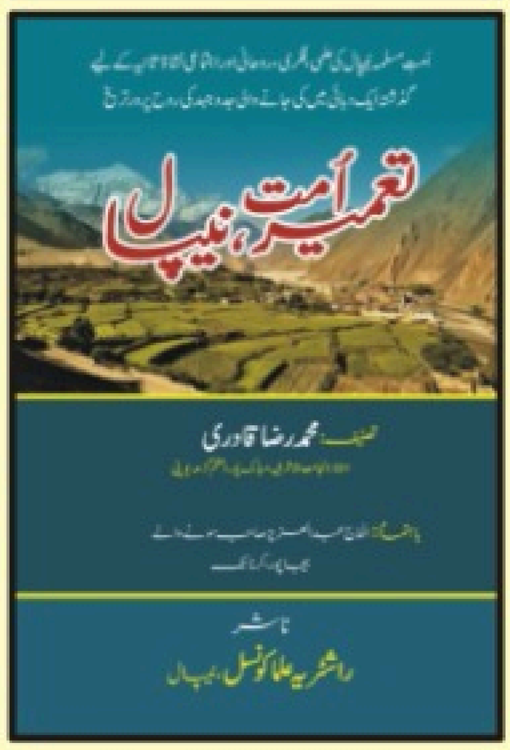












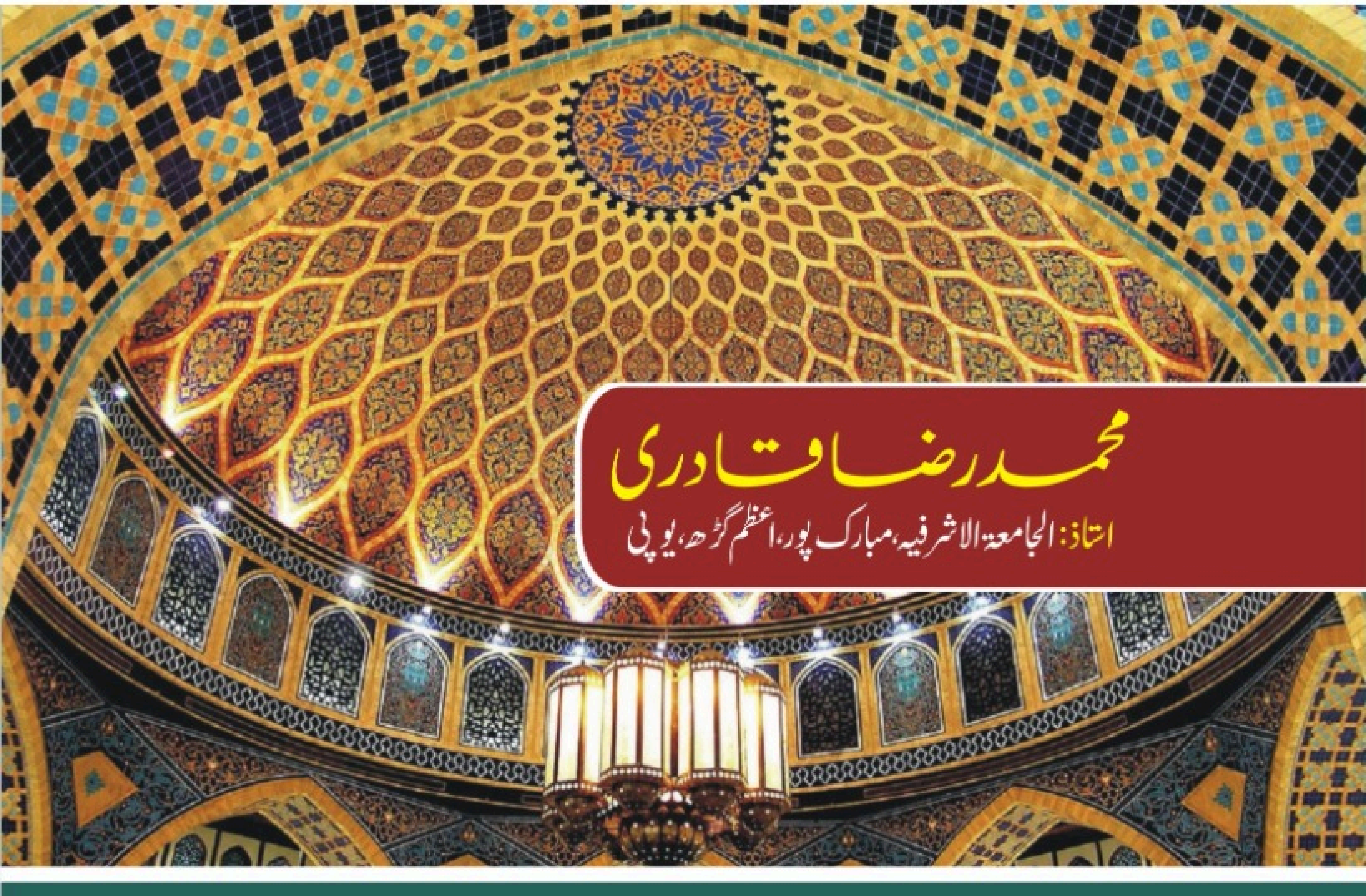
RASHTRIYA ULAMA COUNCIL, NEPAL

Kirtipur, 2- Maitri Nagar, Kalanki, Kathmandu, Nepal

Mob. No. 9802078692 / 9846964587

شرح ہدایۃ النحو
و
زبدۃ مباحث القطبی

سنہ تالیف ۲۰۰۳ء



محمد رضا قادری

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

ناشر

کتب خانہ قادریہ

مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

Sharah Hidayatun Nahv
(March 2021)



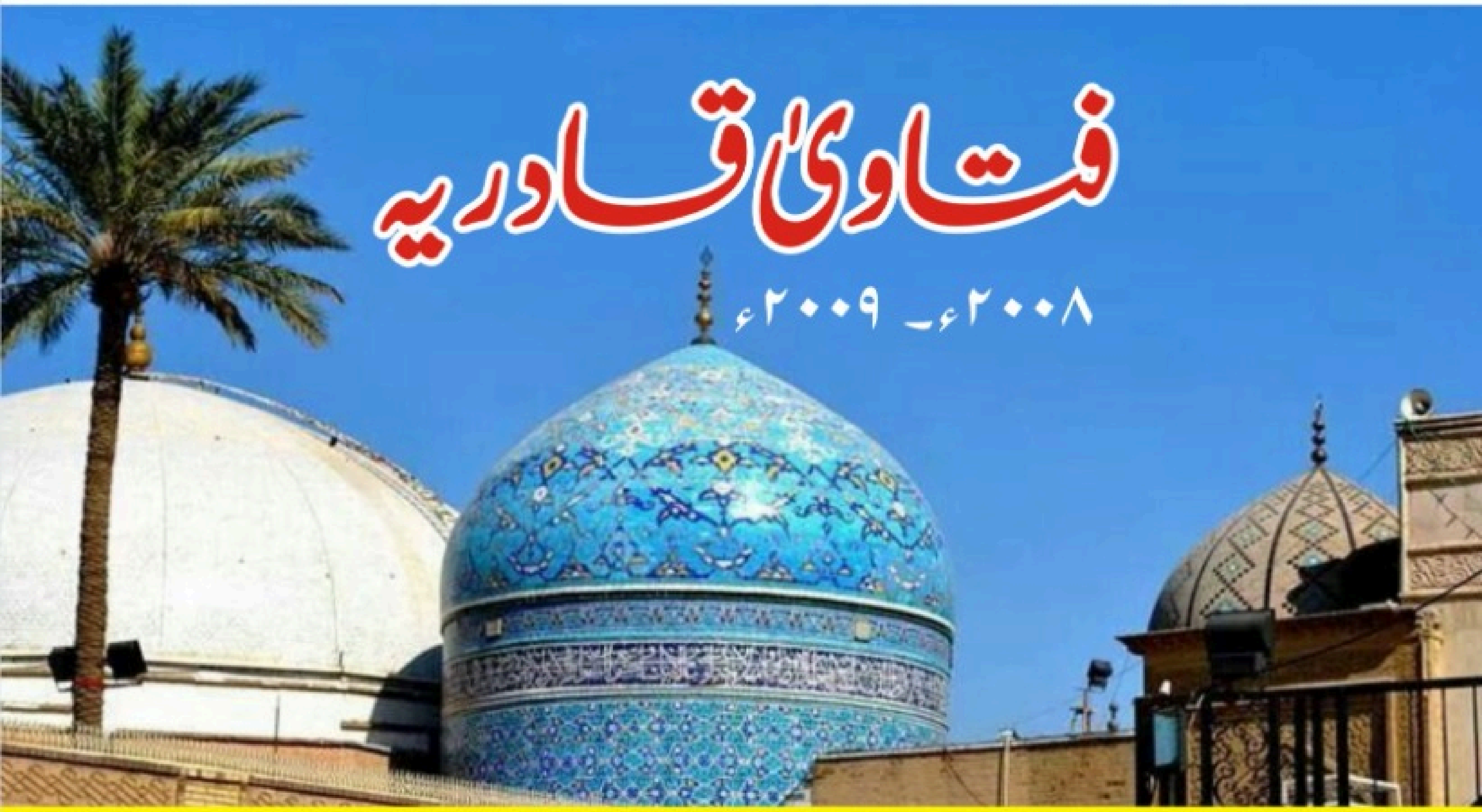
₹ 50/-

Kutub Khana Quadriya

Mubarakpur, Jila Azamgarh, up

الفیوض الجیلانیة فی الفتاوی القادریة

معروف به



فتاویٰ قادریہ

۲۰۰۸ء۔ ۲۰۰۹ء

تصنیف

محمد رضا قادری

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

باہتمام

محمد وسیم سونے والے (بیجاپور، کرناٹک)

ناشر

کتب خانہ قادریہ (مبارک پور)

وخانقاہِ قادریہ چشتیہ راہِ سلوک، مراد آباد، یوپی